رجسٹرڈ نمبر ایل ۷۷

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم

بیشک خدا کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا۔ جب تک کہ وہ قوم اپنی حالت نہ بدلے

جلد ۱۵ نمبر ۳۴ و ۳۵

الحکم

قادیان دار الامان

۲۸۔ اکتوبر و ۷۔ نومبر سنہ ۱۹۱۱ء

ایڈیٹر

شیخ یعقوب علی تراب احمدی

شرح قیمت جو ہر حال میں پیشگی لی جائیگی

عوام سے ... ... صر

خواص سے ... ... عـہ

ہندوستان سے باہر ۷ے

غیر مذاہب اور غیر مستطیع احباب سے صرف ۳ے ۱۲ر

چہ گوئم بانو گرامی چیادرقلم دیابینی

دوا بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی

قادیان دار الامان کے کارخانہ انوار احمدیہ سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے شایع ہوتا ہے

مطبع انوار احمدیہ قادیان دار الامان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب مالک و ایڈیٹر و پرنٹر و پبلشر چھپکر شائع ہوا

ڈر جاؤ۔ اور استغفار کرو۔

شیطان چاہتا ہے کہ کسی ایک یا دوسرے فتنہ کے ذریعہ تمہیں کمزور کرے اور تمہارا ایمان چھین لے۔ یاد رکھو اس سے سلسلہ کا کوئی نقصان نہیں مگر ہاں تمہارا سخت نقصان ہے۔ اس لئے اس کو یاد رکھو کہ اگر مولوی عبداللہ تیماپوری کسی جگہ جاوے تو اس کی طرف قطعاً التفات نہ کی جاوے وہ ایک دماغی مرض میں مبتلا ہے اس لئے واجب الرحم ہے اس کے لئے دعا کرو۔

میں جانتا ہوں کہ وہ لوگ جو اس جنون میں مبتلا ہیں اور ایسے لوگوں کی طرف بہت جلد مائل ہو جاتے ہیں۔ اس مضمون سے ناراض ہوں گے اور گھبرائیں گے مگر حق کی لازمی مرارت سے اگر وہ ناراض ہوں تو ہوں یہ وقت ہے کہ ایسے لوگوں کی چالوں سے قوم کو آگاہ کیا جاوے۔ تا وہ ان کے فتنہ سے خدا کے فضل سے سچی فراست حاصل کرنے کی توفیق پاوے۔ میں نے محض ہمدردی اور نیک نیتی سے امر واقعہ سے اطلاع دی ہے۔ خدا کرے کہ اسے نیک نیتی سے پڑھا جاوے۔

پس یہ خوب یاد رکھو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت اور عبداللہ تیماپوری کے دعویٰ ماموریت کی تکذیب لازم ملزوم امر ہے۔ اور مجھے تو حیرت ہے کہ وہ کیسے دل ہیں۔ جو اس شخص کے دعویٰ کو شرح صدر سے سنتے ہیں یا اسے جرات دلاتے ہیں کہ وہ بیان کرے وہ اس کے معتقدات سے واقف نہیں۔ وہ نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنے دعویٰ مہدویت میں حق پر نہیں سمجھتا۔ پھر تمہاری غیرت اور حمیت کا کیا یہی تقاضا ہے؟ کہ ایک شخص اس موعود کو جو تیرہ سو سال کی آرزوں اور امیدوں اور ہزاروں راستبازوں کی دعاؤں کے بعد اپنے وقت پر آیا اور جسے تم نے محض خدا کے فضل سے شناخت کیا اپنے دعویٰ میں جھوٹا کہے اور آپ اس تخت پر بیٹھنا چاہے جس کا وہ اہل نہیں حضرت مسیح موعود کے دعویٰ کی تائید اللہ تعالیٰ نے لاانتہا نشانوں سے کی اور ایک ربانی جماعت اسے عطا فرمائی۔ وہ جماعت جس کے بعض افراد کو پہلے سے اس الہام میں شامل رکھا تھا ینصرک رجال نوحی الیہم من السماء۔ اب یہ شخص اپنے دعاوی میں کیونکر صادق ہو سکتا ہے جبکہ وہ بجائے نصرت کے تردید کر رہا ہے۔

بجائے اس کے کہ ہم خدا تعالیٰ کے نشانات دیکھ کر ایک صادق کو صادق مان کر نعوذ باللہ پھر اس کے انکار سے ذلت کے گڑھے میں گریں۔ ہمارے لئے یہ آسان تر ہے۔ کہ جو شخص یہ کہے کہ مجھے وحی ہوئی ہے کہ مسیح نے دعویٰ مہدویت میں غلطی کھائی۔ اسے جھوٹا کہدیں۔ اور اس سے الگ ہو جاویں۔ اس کی صحبت کو ترک کریں جو لوگ ایسے شخص کے مجمع سے الگ نہیں ہوتے اور ان کی باتیں سنتے ہیں۔ وہ ان آیات کو یاد رکھیں وقد نزل علیکم فی الکتٰب ان اذا سمعتم ایات اللہ یکفر بہا ویستہزأ بہا فلا تقعدوا معہم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلہم ان اللہ جامع المنافقین والکفرین فی جہنم جمیعا۔ قرآن مجید کی اس آیت کو غور سے پڑھو اور اس پر تدبر کرو۔ یہ تمہیں کس حد تک ڈراتی ہے۔ مسیح و مہدی خدا تعالیٰ کی ایک آیت ہے اور اس کے وجود سے ہزارہا آیات کا صدور ہوا جب ایک شخص کہتا ہے کہ اس نے اپنے فلاں دعویٰ میں غلطی کی تو بتاؤ کہ اس سے بڑھ کر استہزا اور کفر آیات اللہ کا کیا ہوگا؟ ایسی باتیں سننے والوں کا انجام جہنم ہے۔ جہنم کے عذاب سے خدا کی پناہ مانگو۔

ربنا اصرف عنا عذاب جہنم انہا ساءت مستقرا ومقاما

جس آیت کو اوپر میں نے پیش کیا ہے اس سے یہ بھی ہدایت ملتی ہے۔ کہ ایسی باتوں کے سننے سے اور ایسی مجلسوں میں بیٹھنے سے منع کیا ہے نفاق کے جو اسباب قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں یا احادیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کا ذکر ہے۔ انہیں میں ایک اس آیت سے بھی استنباط کیا کرتا ہوں اور وہ صاف ثابت ہے کہ نفاق ایسی مجلسوں میں بیٹھنے سے پیدا ہوتا ہے جہاں آیات اللہ کا انکار اور استہزا ہو۔ پس میں سچ کہتا ہوں کہ عبداللہ تیماپوری کی باتیں سننا اور اس کی مجلسوں سے الگ نہ ہونا ایک قسم کی روحانی موت ہے جو قلبی قوتوں کو زائل کر دیتی ہے۔ قلب ربانی علوم کا سرچشمہ ہے جس قدر قلبی قوتیں طاقتور ہوں معارف الٰہیہ کھلتے ہیں اور جس قدر کمزور ہوں انسان روحانی طور پر اسی قدر مرتا جاتا ہے اسی لئے منافق کے قلب میں مرض ہے فی قلوبہم مرض۔ اس لئے اگر چاہتے ہو کہ منافق نہ بنو اور نفاق کے اثر سے اللہ تمہیں محفوظ رکھے اور ہماری دعا ہے کہ خدا تعالیٰ منافق نہ بناوے۔ تو میرے دوستو ایسی مجلسوں کو ترک کر دو۔

قرآن مجید میں کونوا مع الصادقین کا حکم ہے ایسی مجلسوں سے تو منع کیا ہے جہاں کفر بالآیات اللہ ہو۔ پس مسیح و مہدی کو اپنے دعویٰ میں غلطی پر کہنا اس سے بڑھ کر کفر بالآیات اللہ کیا ہے؟ پس تم ایسی مجلسوں سے الگ رہو پھر یہ بھی یاد رکھنے کے قابل بات ہے کہ حضرت امام کے بعد جو شخص ہمارا امام ہوا۔ وہ بھی آیات اللہ ہے۔ اس لئے کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کی لاانتہا دعاؤں کی قبولیت کا نتیجہ ہے کوئی کیا سمجھ سکتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود نے کیا کیا دعائیں اپنے صادق دوست اور معاون پیدا کرنے کے لئے کی ہونگی اس کا اندازہ کسی قدر اس سے ہو سکتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمرؓ ایسے جلیل الشان انسان کے لئے کیسی دعائیں کرتے تھے۔ ماموروں کو ضرورت ہوتی ہے ایک صادقوں کی جماعت کی اس لئے وہ نہایت بیچینی کے ساتھ ایسے وجودوں کے لئے دعاؤں میں لگے رہتے ہیں۔ پس یہ اس جہت سے اور ان ارشادات کی بناء پر جو آئینہ کمالات اسلام وغیرہ میں حضرت خلیفۃ المسیحؓ میں درج ہیں بجائے خود ایک آیۃ ہیں اب جس مجلس میں اس کے انکار پر گفتگو ہو۔ وہ مجلس کفر ہے۔ اس کی خلافت میں دوسرا مدعی اگر کہے کہ میں خلیفہ ہوں تو وہ صریح ایک آیۃ اللہ کا انکار اور استہزا کرتا ہے۔ میرے دل میں اس وقت ایک جوش ہے اور اگر میرے ہاتھ میں چار قلم بھی ہوں تو وہ چل سکتے ہیں میں آئینہ کمالات کے ان مقامات کو جب پڑھتا ہوں تو میرے دل میں جوش میری روح میں وجد پیدا ہو جاتا ہے۔ جہاں حضرت خلیفۃ المسیحؓ کا ذکر ہمارا مہدی کرتا ہے۔ جس کو تیماپوری پاگل اپنے دعویٰ میں جھوٹا قرار دیتا ہے اور افسوس ہے کہ تم ٹھنڈے دل سے اس کی باتیں سن لیتے ہو۔ سنو وہ مہدی کیا کہتا ہے کس قدر دعاؤں سے وہ نورالدین کو پاتا ہے۔ کیا تمہارا قلب ہے کہ اس کا اندازہ کرے اور تمہارا دماغ ہے کہ سوچ سکے؟ ہرگز نہیں

وکنت اصرخ فی لیلی ونہاری واقول یارب من انصاری یارب من انصاری انی فرد مہین۔ فلما تواتر رفع ید الدعوات۔ وامتلاء منہ جو السموات۔ اجیب تضرعی وفارت رحمۃ رب العالمین۔ فاعطانی ربی صدیقا صدوقا ہو عین اعوانی وخالصۃ خلصانی وسلالۃ احبائی۔ فی الدین المتین۔ اسمہ کصفاتہ النورانیۃ **نور الدین** ہو بھیروی مولداً وقرشی ہاشمی نسباً من سادۃ الاسلام ومن ذریۃ النجیبین الطیبین۔ فوصلت بوصلہ الی الجدل المفروق۔ واستبشرت بہ کاستبشار السید (صلی اللہ علیہ وسلم) **بالفاروق**۔ ولقد انسیت احزانی۔ من جاءنی ولقانی

پھر ایک لمبی تحریر کے بعد فرماتے ہیں۔

انی اری الحکمۃ قد فاضت علی شفتیہ۔ وانوار السماء قد نزلت لدیہ واری تواتر نزولہا علیہ کالمتضیفین۔ پھر فرماتے ہیں وکان العلماء معروق العظم صفر الراحۃ۔ من دولۃ العلوم الروحانیۃ وجواہر الاسرار الرحمانیۃ فقام ہذا الفتی وسقط علی اعداء الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسقوط الشہب علی الشیاطین۔ فہو کحدقۃ العیون فی العلماء وفی فلک الحکمۃ کالشمس البیضاء۔ پھر ایک لمبی دعا کرتے ہیں۔ رب انزل علیہ برکات من السماء۔ واحفظ من شرور الاعداء۔ اور اس ذوق میں وجد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ ایسی نعمت ہے کہ اموت ولنا شاکر لنعمائک بحالی وقالی وکلامی۔ یشکرک عظامی فی قبری بعجاجی فی جدثی وروحی فی السماء۔

غرض آئینہ کمالات کے عربی مکتوب کا آخری حصہ اسی پر ختم ہوتا ہے ان اقتباسات کا ترجمہ یہ ہے:-

اور میں رات دن خدا تعالیٰ کے حضور چلاتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ اے میرے رب اے میرے رب میرا کون ناصر و مددگار ہے۔ میں ایک یکہ و تنہا اور کمزور و بیکس انسان ہوں۔ پس جبکہ میری ان دعاؤں میں بہت کثرت واقع ہوئی اور میرے ہاتھ متواتر اٹھتے رہے اور آسمان کا فضا میری دعاؤں سے بھر گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے میری دعا کو اور تضرع کو سنا اور **رب العالمین کی رحمت جوش میں آئی** تب اس نے مجھے ایک مخلص صدیق عطا فرمایا اور وہ میرے مددگاروں کی آنکھ یا میرے مددگاروں کے لئے بطور چشمہ کے ہے۔ جس سے دوسرے سیراب ہوں۔ اور وہ میرے مخلصوں کا عطر اور خلاصہ ہے اور وہ میرے دوستوں میں برگزیدہ ہے ہاں وہ میرا محب فی الدین ہے۔ اس کا نام اس کی نورانی صفات کی طرح **نور الدین** ہے۔ وہ بھیروی ہے اور نسب کے لحاظ سے **ہاشمی قریشی** ہے۔ وہ اسلام کے سرداروں میں سے ہے اور **نجیب اور طیب ذریّت** میں سے ہے۔ پس مجھے اس کے ملنے پر ایسی خوشی ہوئی۔ کہ گویا کوئی الگ شدہ عضو مل گیا اور ایسا مسرور ہوا۔ جس طرح پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم **فاروق** رض کے ملنے سے خوش ہوئے۔ اور یقیناً میں اپنے ہم و حزن کو بھول گیا جب وہ میرے پاس آیا اور مجھ سے ملا۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ اس کے لبوں پر حکمت کے چشمے جاری ہیں۔ اور **آسمانی انوار اس کے پاس اتر رہے ہیں**۔ اور میں ان سماوی انوار کے متواتر نزول کو ایسے طور پر مشاہدہ کرتا ہوں۔ کہ گویا وہ اس پر مہمانوں کی طرح آتے ہیں اور علماء کی حالت یہ تھی۔ وہ روحانی علوم کی دولت سے محض بے نصیب اور برہنہ ہڈیوں کی طرح تھے اور خدا تعالیٰ کے اسرار سے محض خالی ہاتھ اور ناواقف۔ پس ایسی حالت میں یہ جوان (نور الدین) کھڑا ہوا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں پر اس طرح پر گرا۔ جس طرح پر شہاب ثاقب شیاطین پر گرتا ہے۔ وہ علماء میں حلقہ آنکھ کی طرح ہے۔ اور حکمت کے آسمان میں

آفتاب درخشاں ہے

اے میرے رب اس پر آسمانی برکات نازل فرما اور دشمنوں کی شر سے محفوظ رکھ۔ اور اس کے ساتھ ہو جہاں کہیں وہ ہو۔ اور اس پر دنیا و آخرت میں رحم فرما وانت ارحم الراحمین۔

میں مروں گا ایسی حالت میں کہ تیری اس نعمتوں کے مجموعہ پر شکرگزار رہوں گا۔ ہاں میں اپنے حال سے قال سے اور کلام سے شکر میں رطب اللسان رہوں گا۔ نہیں بلکہ میری ہڈیاں قبر میں بھی تیرا شکر کریں گی (عجاجی فی جدثی) اور میری روح آسمان میں شکرگزار ہوگی۔ پھر بھی تیری نعمت سے شکر تیرے پر غالب آئی۔

اب

غور کا مقام ہے کہ یہ کس قدر عظیم الشان **آیۃ اللہ** ہے۔ حضرت مسیح موعود کی لاانتہا اور جو السما کو پُر کر دینے والی دعاؤں کا نمونہ اور نتیجہ ہے **نور الدین** کی قدر ہماری آنکھ سے پوشیدہ اور ہمارے دل سے فی الواقعہ مخفی تھی۔ مجھے تو یہ نور آج نظر آیا ہے۔ اور میں اس جگہ اس ذکر سے رک نہیں سکتا کہ یہ ربانی تحریک تھی۔ جو میرے قلب کو آئینہ کمالات اسلام کی طرف پھیر دیا۔

الغرض یہ **مقام بلند** کا انسان مہدی اور مسیح کی دعاؤں **کا نشان** ہم کو دیا گیا ہے۔ جس کے **نسب** کا بھی مہدی نے خصوصیت سے ذکر کیا۔ اور اس کے **آباؤ اجداد** کے طیب اور نجیب ہونے کا بھی اظہار فرمایا۔ یہ اسرار ہیں جو دوسرے لوگ نہیں سمجھ سکتے مختصراً میں یہاں بتاتا ہوں کہ چونکہ یہ ضروری امر ہے کہ جو شخص **مامور** ہو۔ اور ایک قوم کا **روحانی امام** ہو۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ذاتی وجاہت اور شرف رکھتا ہو۔ یہ نہیں کہ وہ کوئی ادنیٰ درجہ کا انسان ہو جس کی ماتحتی کے لئے دوسروں کو عار آئے چونکہ **نور الدین** نے قوم کا امام ہونا تھا۔ اس لئے حضرت مسیح موعودؑ نے خدا سے وحی پاکر اُس کے علو نسب اور شرافت و نجابت کی تصدیق کی وللہ الحمد۔

یہ سچ ہے کہ اسلام نے تفریق ذات اور امتیاز قوم کو اٹھا دیا ہے مگر اس میں کوئی کلام نہیں۔ کہ اس کے مامور اور ان کے مخلص نائب ہمیشہ ایسا شرف رکھتے ہیں کہ دوسروں کو کراہت نہ ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب تریاق القلوب میں صفحہ ۶۶ پر اس کی مفصل بحث کی ہے۔ یہ مضمون حد سے زیادہ بڑھ رہا ہے۔ ورنہ میں اس جگہ اس مضمون کو تمام و کمال نقل کرتا۔

حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے کہ **جو لوگ دوسروں کی اصلاح کے لئے مامور ہوتے ہیں**۔ وہ ان معروف ادنیٰ اقوام سے کبھی نہیں ہو سکتے۔ جو دوسری قوموں کی خادم اور نیچی قومیں سمجھی جاتی ہیں۔ مامورین کے لئے ضروری ہے

کہ ان میں علو نسب اور شرافت اور نجابت ہو۔ پھر ان قوموں کی تفصیل دیے جاوے جن میں سے کوئی مامور نہیں ہو سکتا بتایا ہے کہ جولاہے بھی ان میں سے ہیں۔ میاں عبداللہ بھی اسی قوم میں سے ہیں۔ ہمیں نعوذ باللہ ان کی حقارت مقصود نہیں اور تکریم کے لئے قرآن مجید کا یہی معیار ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم مگر جیسا کہ حضرت مسیح موعود نے بیان فرمایا ہے کہ مامور کے لئے علو نسب اور شرافت ضروری ہے اور میاں عبداللہ کو اپنے مامور ہونے کا گمان ہے۔ اس لئے اس نکتہ کو بھی یہاں لکھنے کی ضرورت پیش آئی۔ بہرحال میاں عبداللہ تیماپوری کی حالت نہایت خطرناک ہے۔ قرآن مجید سے میں نے بتایا ہے کہ ایسے لوگوں کی مجلسوں میں بیٹھنا اور ان کی باتیں سننا شعبۂ نفاق ہے۔ یا نفاق اس سے پیدا ہوتا ہے پس مومن کا کام نہیں کہ ایسی مجلسوں میں بیٹھے۔ اس کی باتیں سن کر اور تصدیق کر کے حضرت مسیح موعود کا انکار اس سے لازم آتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے ہمیں وہ امام دیا ہے۔ جس کی شان اوپر بیان کر دی ہے۔

فماذا بعد الحق الا الضلال

پس مرے دوستو! خدا کے لئے ایسے شغل چھوڑ دو۔ اور ایسی مجلسوں اور ایسے لوگوں کی صحبت ترک کر دو۔ کہ عافیت اسی میں ہے خدا تمہارے ساتھ ہو۔ آمین۔

اس نادان کو ایک یہ خیال بھی دامنگیر ہو رہا ہے جس کو اس نے اپنے خطوط میں ظاہر کیا ہے کہ نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کمزور تھی؟ نہیں معلوم تعلیم کی کمزوری سے اس کی کیا مراد ہے؟ قرآن مجید نے تعلیم کی قوت اور طاقت کا ایک معیار ہمارے سامنے رکھا ہے۔ ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی متعلق تین امر بیان فرمائے ہیں آیات اللہ کی تلاوت تزکیہ قوم اور تعلیم الکتب والحکمۃ۔

پھر ایک دوسرے مقام پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا وعلمہ شدید القوی یہاں شدید القوی کے ذکر سے بھی غرض ہے کہ تا ظاہر کیا جاوے کہ آپ کی تعلیم میں بھی بڑی طاقت اور قوت ہے اور جس قدر قوت معلم میں ہو۔ اسی قدر اثر اور قوت متعلم میں پیدا ہوتی ہے۔ پس ہم اس معیار پر دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم میں کیسی طاقت تھی؟

یہ امر تو ایک مسلمہ امر ہے کہ قرون ثلاثہ کے بعد فیج اعوج کا زمانہ شروع ہو گیا۔ اور مسیح و مہدی کی آمد اس وقت میں مقدر کی گئی تھی جبکہ علوم حقیقی دنیا سے اٹھ جاویں اور روحانیت کا مغز باقی نہ رہے اور خیر امۃ کی حالت اس درجہ تک گر جاوے کہ وہ یہود کے مثیل ہو جاوے اور اس وقت اصلاح امت کے لئے آنیوالا انسان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز اور مہدی کہلائے اس لئے کہ اس زمانہ میں ایک ہدایت یافتہ اور ہادی انسان کا پایا جانا ہی قریباً ناممکن ہو گا۔

ایسی حالت میں مہدی آتا ہے اور حالات زمانہ کے لحاظ سے علمی تکشیفات اس درجہ تک پہنچتی ہیں کہ سائنس کی ترقی میں بجائے عرفان الٰہی میں ترقی ہونے کے خدا تعالیٰ کی ہستی ہی معرض شکوک میں ڈالی گئی اور دہریہ اور میٹیریلیسٹ لوگوں کا ایک گروہ پیدا ہو گیا۔ یورپ کے فلسفہ اور علوم کے مقابلہ میں اہل مذہب نے اپنے ہتھیار ڈال دیئے اور وہ اس کے پجاری ہو گئے ایسے وقت میں خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان ہی نہیں بلکہ عرفان پیدا کرا دینا کسی معمولی معلم کا کام نہیں بلکہ ایک ایسے قوی الاثر اور مزکی کا اعجاز ہو سکتا ہے۔ مگر کیا آپ کی تعلیم کا اثر اور اعجاز نہیں کہ لاکھوں انسان ایسے پیدا ہو گئے جنہوں نے گویا خدا تعالیٰ اپنی آنکھ سے دیکھ لیا۔ اس ایمان اور عرفان کا پیدا ہو جانا ہی ایک ایسی بات ہے کہ اگر کوئی شواہد ہمارے ہاتھ میں نہ ہوں تو بھی مہدی کی تعلیمی طاقت کے اعجازی اثر کو اس سے ثابت کر سکتے ہیں۔ مگر ہم اسی پر اکتفا نہیں کرنا چاہتے ایمان اور معرفت کی ترقی کے ساتھ یہ لازمی امر ہے۔ کہ تزکیہ نفوس ہو۔ اور تزکیہ کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ قرآن مجید جو خدا تعالیٰ کا زندہ اور ابدی کلام ہے۔ اس کے حقائق اور معارف پر علی وجہ البصیرۃ اطلاع پیدا ہو۔ پس جماعت نے جسقدر ترقی کی ہے۔ وہ ایک ایسا امر ہے کہ اس پر اگر تفصیل سے لکھا جاوے۔ تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو۔ مگر میں مختصراً چند باتیں پیش کرتا ہوں۔ اس وقت چونکہ مادی ترقی اور اقتصادی پہلوؤں پر عوام میں بحث ہو رہی ہے اس لئے میں ان امور کو بھی زیر نظر رکھونگا۔

اول۔ تمام مذاہب اور تمام قومیں اپنی اپنی جگہ چاہتی ہیں کہ ان کی اجتماعی قوت اور طاقت دوسروں سے بڑھ جاوے اور ان میں باوجود اختلاف رائے اور مختلف طبائع اور مذاق کے وحدت پیدا ہو جاوے دراصل یہی ایک امر ہوتا ہے جس پر تمام فیوض الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔ وحدت ایک ایسی برکت ہے کہ دنیا میں کوئی چیز اس کے برابر نہیں۔ اس میں ایک سر ہے اور وہ روحانی مذاق کا مادہ ہے چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات واحد ہے اور وہ اپنے اسماء۔ افعال اور صفات میں یگانہ ہے۔ باوجود مختلف صفات کے پھر بھی وہ وحدت کا ایک عظیم الشان اور اکیلا مرکز ہے اس لئے اس کی وحدانیت بالطبع تقاضا کرتی ہے کہ دنیا میں وحدت کا جلوہ ہو اور یہ وحدت مختلف اجتماعوں سے ایک لطیف نظارہ پیدا کرے۔ غرض آج قومیں چاہتی ہیں کہ ان میں وحدت پیدا ہو۔ مگر باوجود ایک زبردست کوشش کے وہ سب کی سب اس مقصد میں ناکام اور نامراد ہو رہی ہیں مثال کے طور پر دیکھ لو کہ ہندو چاہتے ہیں۔ کہ وہ تمام قومی تفرقوں کو دور کر کے ایک قومیت ہندو قوم میں پیدا کریں۔ مگر جس قدر اس مقصد کے لئے کوشش ہو رہی ہے۔ اسی قدر تفرقہ بڑھتا جاتا ہے۔ اور جسقدر اصلاح کی طرف قدم اٹھایا جاتا ہے اسی قدر بعض قومی مفاسد پیدا ہو رہے ہیں۔ خود مسلمانوں میں ان کے لیڈر چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے تمام تفرقوں کو جو مذہبی حیثیت سے یا دوسرے رنگ میں پیدا ہوتے ہیں۔ اٹھا دیا جاوے۔ مگر اس کا جو نمایاں اثر ہے۔ وہ دیکھ لو۔ کہ بعض اوقات خود لیڈروں کی حالت قابل افسوس ہو جاتی ہے ان تمام کوششوں کے مقابلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تعلیم کے ذریعے چاہا کہ

قوم میں وحدت پیدا کرے

اب دیکھ لو کہ قوم میں مختلف مذاق۔ مختلف طبائع۔ مختلف قبیلوں مختلف عمروں اور مختلف ملکوں کے لوگ داخل ہوئے۔ احمدی ہوتے ہی جو پہلا اثر اس پر پڑتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ وہ ان تمام جھگڑوں کو جو احمدیت سے پہلے اس کیلئے اس کے مذہب کا ایک جزو تھے۔ بھول جاتا ہے۔ صدیوں کی کوششوں کے

بعد اور سینکڑوں مناظرات سے بھی شیعہ اور سنی کا تفرقہ نہیں مٹ سکا۔ مگر خدا کے لئے بتاؤ اور سوچ کر جواب دو۔ کہ یہ کس زبردست تعلیمی قوت اور قدسی طاقت کا اثر ہے کہ ایک شیعہ اور ایک سُنی آتے ہیں اور مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ان کے دل سے وہ بغض اور کینہ دور ہو جاتا ہے۔ جن میں وہ مبتلا تھے اور وہ غلطیاں جو ان میں اعتقادی رنگ میں پیدا ہو چکی تھیں دور ہو جاتی ہیں۔ ایک غیر مقلد اور مقلد آتے ہیں۔ ان میں کوئی جھگڑا باقی نہیں رہتا۔ ایک سید اور ایک تیلی آتا ہے۔ مگر سید اپنے آپ کو تیلی سے افضل قرار دیکر اسے حقیر نہیں جانتا بلکہ اپنے برابر جگہ دیتا ہے۔ ایک مولوی اور ایک جاہل زمیندار آتے ہیں۔ مگر ان میں تعزز کا متکبرانہ اثر نہیں غور کرو اور سوچو کہ اس سے بڑھکر اتحاد پیدا کرنیکا نمونہ کیا ہو گا۔ کیا یہ کسی کمزور تعلیم کا اثر ہو سکتا ہے۔ کبھی نہیں۔ پھر مختلف خیالات ہیں۔ آپس میں اختلاف رائے ہوتا ہے۔ ابھی پچھلے دنوں غیر احمدیوں کے متعلق بحث تھی۔ لیکن امام نے جب ہر دو فریق کو کہا۔ کہ کیوں جھگڑتے ہو۔ تو نتیجہ کیا تھا۔

سب کی خاموشی

یہ کیسی زبردست قوت ہے اور یہ کیسی طاقت ہے باوجودیکہ قہری حکومت نہیں کوئی کسی کو سزا نہیں دے سکتا۔ مگر ایک لب کی حرکت اور جنبش جو چاہتی ہے کرا لیتی ہے۔

اس قسم کے اتحاد کی مثال تو ایک ہی ملتی ہے۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے۔ باہم تکرار ہوتا ہے۔ وہ ذات بابرکات بولتی ہے۔

آبالجاہلیۃ وانا فیکم

اور اس غصہ کی آگ پر ٹھنڈک پڑ جاتی ہے۔ مختلف خیال کے لوگوں میں اختلاف ہونا لازمی ہے۔ اور اختلاف رائے ترقی کی جڑ بھی ہے۔ مگر اس پر بھی زبردست قوت ہے۔ جو اس کو مٹا دیتی ہے یہ ہے طاقت تزکیہ نفس کی جب تک معلم کا کیرکٹر اعلیٰ درجہ کا بے لوث نہ ہو وہ اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ یہ تو ہے ایک پہلو تعلیمی قوت کا۔

دوم۔ لوگ علی العموم رسم و رواج کے پابند ہوتے ہیں اور ہزاروں کوششوں کے بعد بھی وہ ان کو چھوڑنا مذموم سمجھتے ہیں ہمارے غیر مقلد دوستوں نے بڑی کوشش کی کہ وہ مسلمانوں میں شادی اور غمی کے خلاف سنت طریقوں کو مٹا دیں۔ مگر وہ کیوں کامیاب نہ ہوئے۔ ان کا مقصد نہایت اعلیٰ اور اقتصادی رنگ میں قابل قدر تھا۔ باوجود اس کے بدستور اب تک لوگوں میں یہ بلا جاری ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعود کے جھنڈے کے نیچے جو شخص آتا ہے۔ ضرورت نہیں۔ کہ اس امر پر اسے خاص وعظ کہا جاوے۔ یہ مراسم اس کے گھر سے دور ہو جاتے ہیں سُنت کا احیاء ہو گیا۔ لوگ آتے ہیں اور نہایت سادگی سے شادیاں کر لیتے ہیں۔

عصر جدید کے مؤلف خواجہ غلام الثقلین صاحب اور ان کے دوستوں نے مسلمانوں میں کفایت شعاری کے پیدا کرنے کے لئے بڑا زور مارا اور بعض جگہ گورنمنٹ نے زمینداروں کی بڑھتی ہوئی مفلسی کو دیکھ کر اپنے اعلیٰ اور ذمہ وار حکام کے ماتحت کمیٹیاں بنائیں اور بڑی کوشش کی کہ اخراجات کم ہوں۔ مگر نہ گورنمنٹ کے حکام باوجود اپنے اثر اور قوت کے اور نہ دوسرے لوگ باوجود اپنی طاقت اور کوشش کے کامیاب ہوئے مگر اس پاک نفس میں نہیں معلوم کہ وہ کیا قوت اور اثر تھا۔ اور ہے کہ احمدی قوم میں ایک سادگی پیدا کر دی۔ اور اسی میں اقتصادی رنگ جلوہ گر ہو گیا۔ یہ تعلیمی قوت کا نتیجہ نہیں ہے تو کیا ہے؟

سوم۔ ایثار کا اس دُنیا طلبی کے زمانہ میں پیدا کرنا آسان کام نہیں ہے۔ بلکہ اس وقت دُنیا میں خود غرضی اور خود مطلبی کی حکومت ہو رہی ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے جانشین کی تعلیم کی وجہ سے قوم میں ایثار پیدا ہو رہا ہے اپنی ذاتی ضروریات یا ایسے امور کے لئے اپنے مالوں اور جانوں کو نثار کرنا آسان ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے ایسے اغراض کے لئے روپیہ کو دیدینا جہاں دم نقد کوئی فائدہ نہ ہو۔ بہت ہی مشکل ہے لیکن سلسلہ کے مختلف انسٹی ٹیوشنز کے لئے محض احمدی قوم ہی کا کثرت سے خرچ کرنا بتا رہا ہے۔ کہ ان میں کسقدر ایثار کی قوت پیدا ہو چلی ہے۔ تعلیمی اغراض اور اشاعت اسلام کے کام ایسے ہیں۔ کہ ان میں ہزاروں روپیہ قوم کا خرچ ہو رہا ہے۔ پھر اس کام میں محض اخلاص اور خدا ہی کی رضا کا ثبوت اس سے ملتا ہے۔ کہ بانی سلسلہ نے اشاعت اسلام کے سلسلے کے مستحکم کرنے کے لئے نہ اپنی ضروریات اور ذریت کے لئے یہ قرار دیا کہ ہر احمدی کم از کم اپنی جائیداد کے ۱/۱۰ کی وصیت کرے اور احمدی قوم نے شرح صدر سے اس کو تسلیم کر لیا یہ معمولی امر نہیں ہے بلکہ جب تک ایک نہایت قوی الاثر محرک نہ ہو۔ انسان خرچ مال کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ یہ بھی آپ کی تعلیمی قوت ہی کا اثر ہے۔

چہارم۔ گورنمنٹ نے مختلف قوانین کے ذریعہ اور اپنے سطوت اور شوکت کے ذریعہ چاہا کہ جرائم میں کمی ہو۔ مگر باوجود سخت سزاؤں کے جرائم بڑھ رہے ہیں۔ یہ تو ایک قہری حکومت کے قوانین کی تاثیر ہے اس کے اسباب پر یہاں بحث مقصود نہیں۔ بلکہ یہ دکھانا ہے کہ حضرت مسیح موعود کی تعلیم نے کیا اثر پیدا کیا اور اس کے ساتھ ہی مختلف مذاہب کی اخلاقی تعلیم بھی ہے اور وہ بڑے زور سے جرائم سے بچنے کی ہدائت کرتے ہیں۔ مگر پھر بھی خطرناک جرائم ہوتے ہیں اور مختلف قوموں۔ مختلف ملتوں اور فرقوں کے لوگ مبتلا ہوتے ہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ احمدی قوم محض اسی کے فضل سے شرمناک جرائم سے نسبتاً محفوظ ہے۔

ڈاکہ زنی۔ سرقہ بالجبر۔ زنا بالجبر۔ جعل سازی وغیرہ جرائم میں جہاں تک ہمارا علم ہے کسی احمدی نے سزا نہیں پائی اور یہ معلم کے تزکیہ نفس اور تعلیم کا اثر ہے۔ مَیں ابھی یہ کہنے کا حوصلہ نہیں کرتا کہ لکھدوں کہ ۱۰۰ فیصدی احمدی ایسے جرائم سے پاک ہیں۔ مگر ہاں میں یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ ۹۰ فیصدی سے بھی زیادہ خدا کے فضل سے پاک ہیں۔ ایسا تزکیہ اس زمانہ میں ایک زندہ معجزہ ہے۔

پنجم۔ قرآن مجید کی تعلیمی قوت کا یہ بھی ایک نتیجہ ہے۔ کہ انسان کی قوت استدلال بڑھ جاتی ہے اور منکرین اسلام کے ساتھ دلائل و براہین سے وہ غالب آجاتا ہے۔ اس سلسلہ کو بھی چونکہ لیظہرہ علی الدین کلہ کے لئے خدا تعالیٰ نے قائم کیا ہے۔ اس لئے اس کے پیرووں کو بھی خصوصیت کے ساتھ قوت استدلال عطا فرمائی ہے اور ایسے روشن دلائل اور اصول مناظرہ بانی سلسلہ نے بیان کئے۔ کہ انسان حیران رہ جاتا ہے مثلاً جملہ مذاہب کے ساتھ مناظرہ کے دو ایسے اصل بتا دیئے۔ کہ بس ان سے ہی باطل کو ہلاک کر دیا جاتا

ہے۔ کہ ہر سچی الہامی کتاب کے لئے ضروری ہے کہ وہ اصولی طور پر دعویٰ بھی خود ہی بیان کرے اور دلائل بھی۔ ایسے ہی سچے مذہب کے آثار اور ثمرات ہر زمانہ میں تازہ ہوں۔ اس کی تعلیمی تاثیرات بطور کہانی نہ ہوں۔ اب ان ہر دو اصولوں پر کوئی مذہب پورا نہیں اُتر سکتا۔

اپنے مذہب کے متعلق بعض ایسے اصول بتائے جو مطول کتابوں کے پڑھنے کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے تھے۔ مگر آپ نے چند الفاظ میں بتا دیا۔ مثلاً اصول حدیث کے متعلق بتایا کہ جو احادیث تعامل کی ہیں۔ وہ تو بلا چون و چرا تسلیم کرو۔ اور دوسری قرآن مجید کے محک پر دیکھ لو۔

میں نے نہایت ہی مختصر طور پر یہ بیان کیا ہے ورنہ میں خدا کے فضل سے ان تمام اصولوں کو بیان کر سکتا ہوں۔ جو مختلف علوم کے متعلق آپ نے بتلائے ہیں۔

غرض قوت استدلال اور قرآنی حقائق کے لئے ایک راہ کھول دیا۔ اب ایک احمدی سے عیسائی۔ آریہ۔ برہمو۔ دہریہ ایسے ڈرتے ہیں جس کی حد نہیں وہ ان کی قوت استدلال کے آگے لاجواب ہیں۔ یہ آپ کی تعلیم کی طاقت کا مختصر بیان ہے۔ اس قسم کے مضمون پر یک جداگانہ کتاب چاہتے ہیں۔ اس مختصر میں کہاں گنجائش۔ پھر توفیق ملی تو لکھوں گا۔ باللہ التوفیق۔

غرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم ایسی زبردست اور طاقتور ہے کہ اس نے قرآن مجید کی طرح ایک دہقان اور عالم کو یکساں اپنا گرویدہ کر لیا قلوب کی فتح آسان کام نہیں ہے۔ سب سے بڑی طاقت اس کے لئے ہی درکار ہوتی ہے۔ قتل کر دینا آسان۔ ملکی فتوحات حاصل کر لینا سہل مگر قلوب کو فتح کرنا مشکل ہے اور پھر فتح بھی ایسی فتح کہ ان سے جدا ہو کر الو۔ نادان ہے وہ انسان جو اس طاقت کا اندازہ نہیں کر سکتا۔

بہرحال جماعت کو ایسے لوگوں سے پرہیز کرنا چاہئے۔ اور ان کے حملوں سے الگ رہنا ضروری ہے۔ کیونکہ یہ ٹھوکر کے پتھر ہیں ایسا نہ ہو۔ شیطان انہیں گرا دے۔

جنگ اٹلی و آلِ عثمان اور ایک تازہ نشان

اس وقت اٹلی اور ٹرکی کی لڑائی کا غلغلہ عالم اخبارات میں بلند ہے اور یورپ اور اسلامی دُنیا میں اس جنگ کے متعلق ایک شور بپا ہے۔ اسلامی دُنیا میں اٹلی کی غاصبانہ دستبرد پر ملامت کے ووٹ پاس ہو رہے ہیں۔ اور ٹرکی کی کامیابی کے لئے وہ دست بدعا ہے۔ مسلمانوں کے علاوہ یورپ کی دوسری سلطنتیں بھی خواہ کسی نظر اور نکتہ خیال سے کیوں نہ ہو۔ اٹلی کی اس بیہودہ حرکت پر نفرین کا اظہار کر رہی ہیں۔

الحکم کے ناظرین اس جنگ کے حالات سے دوسرے ذرائع سے واقف ہو چکے ہوں تو یہ جدا امر ہے مگر یہ پہلا موقعہ ہے کہ الحکم انہیں ایسے جنگ کے واقعات اور حالات سے آگاہ کرنا ضروری سمجھتا ہے۔ اور وہ بھی صرف اس لئے کہ

یہ جنگ ایک نشانِ صادق ہے

اور چونکہ دُنیا آیات اللہ کو ہنسی اور استہزا سے دیکھتی اور اندھوں کی طرح اس پر سے گذر جاتی ہے اس لئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس موقعہ پر بھی اُن لوگوں کو جو میرے اخبار کے پڑھنے والے ہیں آگاہ کروں کہ

وہ اس نشان کو دیکھکر عبرت حاصل کریں

میں جانتا ہوں کہ اس نشان کے اعلان اور اظہار پر اسی طرح مخالفت ہوگی۔ جس طرح پر اس وقت ہوئی تھی۔ جبکہ پہلی مرتبہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندے مسیح موعودؑ نے سلطنت عثمانیہ کے متعلق الٰہی تحریک سے متحرک ہو کر کچھ کہا تھا اور ہندوستان کے اسلامی اخبارات نے سب و شتم کی ایک بوچھاڑ برسا دی تھی۔ یہاں تک کہ اسی سعی میں چودھویں صدی اخبار کا ایک بزرگ بھی بہ گیا اور بالآخر اسے توبہ کرنی پڑی

یہ امر اب مخفی نہیں رہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی وحی سے یہ اعلان فرمایا تھا کہ دُنیا میں ایک نذیر آیا پر دُنیا نے اسے قبول نہ کیا۔ پر خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا۔

اس وحی الٰہی پر تیس سال کے قریب گذرنے کو ہیں۔ اور اس عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کیا تو بھی بہت سے دل ایسے ہیں۔ جو اس کے مقدس دعویٰ کو سمجھ نہیں سکتے۔ اور بہت سی آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہوئی نہیں دیکھتی ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیشہ اپنی تحریروں اور تقریروں میں سلطنت برطانیہ کے محاسن اور برکات کے بیان سے مسلمانوں میں

سچی ارادت اور وفاداری کے جذبات

کو پیدا کیا اور مذہبی حیثیت سے جو فوائد مسلمانوں کو تاج برطانیہ سے پہنچے ہیں۔ اُن سے آگاہ کیا۔

آپ کی سب سے پہلی اور سب سے آخری تحریر اس امر کی شہادت کیلئے کافی ہے غرض آپ کو جب موقعہ ملا کہ کوئی تقریر یا تحریر شائع کریں تو آپ نے

گورنمنٹ برطانیہ کی وفاداری

کے پہلو کو بیان کرنے سے تامل نہ کیا۔

ناظرین حیران ہوں گے کہ اس لمبی تمہید کو جنگ ٹرکی و اٹلی کے نشان سے کیا تعلق؟ مگر ان کا یہ تعجب بہت جلد جاتا رہیگا جب انہیں معلوم ہوگا۔ کہ یہ اتنا بڑا زبردست نشان ہے کہ ایک مادہ پرست اور دہریہ بھی اس کے خدا کی طرف سے ہونے میں شُبہ نہیں کر سکتا۔ یا کم از کم اس کے مشکوک ہونے پر دلائل قائم نہیں ہو سکتے۔

۱۸۹۷ء میں حسین کامی نام ایک شخص جو سفیر سلطان روم کہلاتا تھا۔ قادیان آیا اور اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تخلیہ میں ملاقات کی خواہش کی حضرت مسیح موعودؑ نے محض حسن اخلاق سے اس کی اس درخواست کو رد نہ فرمایا اگرچہ آپ کو تخلیہ کی ملاقاتوں سے ہمیشہ نفرت تھی اس ملاقات میں سفیر مذکور نے حضرت مسیح موعودؑ سے "سلطان روم کے لئے ایک خاص دعا کرنے کی درخواست کی اور یہ بھی چاہا کہ آئندہ اس کے لئے جو کچھ آسمانی قضاء و قدر سے ظاہر ہو۔ اس سے وہ اطلاع پاوے"

اس درخواست کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو کچھ فرمایا وہ یہ ہے۔

"سلطان کی سلطنت کی اچھی حالت نہیں ہے اور میں کشفی طریق سے اس کے ارکان کی حالت اچھی نہیں دیکھتا اور میرے نزدیک ان حالتوں کے ساتھ انجام اچھا نہیں۔

میں نے کئی اشارات سے اس بات پر بھی زور دیا کہ رومی سلطنت کئی باتوں میں خدا کے نزدیک قصوروار ہے اور خدا سچے تقویٰ اور طہارت اور نوع انسان کی ہمدردی کو چاہتا ہے اور روم کی حالت موجودہ بربادی کو چاہتی ہے۔ توبہ کرو تا نیک پھل پاؤ۔ مگر میں اس کے دل کی طرف خیال کر رہا تھا کہ وہ ان باتوں کو بہت ہی برا مناتا تھا۔ اور یہ ایک صریح دلیل اس بات پر ہے کہ سلطنت روم کے دن اچھے نہیں ہیں۔ اور پھر اس کا بدگوئی کے ساتھ واپس جانا یہ اور دلیل ہے۔ کہ زوال کے علامات موجود ہیں۔"

یہ ابتدا ہے اس نشان کا جس کا ذکر میں اس مضمون میں کرنا چاہتا ہوں۔ سفیر مذکور نے قادیان سے واپس جا کر نہایت ہتک آمیز مضامین لاہور کے ایک پرچہ میں شائع کرائے اور گالیاں دیں اور خدا تعالیٰ کے مامور و مرسل کی توہین کی۔ وہ نادان اس بات سے بے خبر تھا۔ کہ خدا نے وعدہ کیا ہے۔

انی مهین من اراد اهانتک

چنانچہ اس الہام الٰہی کے موافق حسین کامی ماخوذ ہوا۔ اور خیانت ہی ذلت اور غداری کی مار اس پر پڑی۔ وہ خیانت کے جرم میں ماخوذ ہوا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دو نشان اس کے وجود سے ظاہر ہو گئے۔

بہرحال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جب وہ اشتہار جس کے اقتباسات میں نے اوپر دیئے ہیں شائع ہوا۔ تو اسلامی ہندوستان میں ایک طوفان بے تمیزی پیدا ہو گیا اور مسلمان اخبارات نے عموماً اور چودھویں صدی نے خصوصاً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف مضامین لکھے محض اس قصور پر کہ انہوں نے ٹرکی کے متعلق وہ پیشگوئی جو اب پوری ہو چکی ہے کیوں کی؟ یہاں تک کہ پنجاب کے ایک مشہور چوٹی کے مسلمان نے ایک آرٹیکل لکھا اور اس میں یہ شعر بھی لکھا ؎

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنہ پاکاں برد

اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وہ اشتہار شائع کیا جس کا عنوان ہے۔

"کیا وہ جو خدا کی طرف سے ہے لوگوں کی بدگوئی اور بخت عداوت سے ضائع ہو سکتا ہے؟"

اور آپ نے بھی اس اشتہار پر یہ شعر لکھا ؎

تا دل مرد خدا نامد بدرد
ہیچ قومے را خدا رسوا نکرد

یہ اشتہار ۲۵ جون ۱۸۹۷ء کو شائع ہوا۔ ضرورت ہے کہ ناظرین اس اشتہار کو اب پھر پڑھیں۔ اس اشتہار میں بزرگ کے لئے بھی ایک پیش گوئی کی گئی تھی جس نے بالآخر توبہ کی اور معذرت چاہی جس کا مفصل ذکر چودھویں صدی کے بزرگ کے توبہ والے اشتہار میں ہے۔

جو اشتہار ۲۵ جون ۱۸۹۷ء کو شائع ہوا اس میں بھی حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا کہ

"انہوں (مخالفین مراد ہیں) نے بجائے تحقیق و تفتیش کے اس قدر گالیاں اور لعنتیں بھیجیں کہ شیعوں کو بھی پیچھے ڈال دیا کیا یہ ممکن نہ تھا کہ جو کچھ میں نے رومی سلطنت کے اندرونی انتظام کی نسبت بیان کیا وہ دراصل صحیح ہو اور ترکی گورنمنٹ کے شیرازہ میں ایسے دھاگے بھی ہوں جو وقت پر ٹوٹنے والے اور غداری سرشت ظاہر کرنے والے ہوں"

اس طرح پر ٹرکی کے متعلق اور اس کے ارا کین کے متعلق اس پیشگوئی کی تجدید ہو گئی۔ پھر جب ٹرکی میں انقلاب ہوا اور سلطان کو معزول کر کے پارلیمنٹ قائم کی گئی اور سلطان جدید تخت نشین ہوا۔ تو یہ پیشگوئی اپنی پوری قوت اور شوکت کے ساتھ پوری ہوئی اور ارا کین سلطنت کی حالت آئینہ ہو گئی اس طرح پر جو کچھ کئی سال پہلے کہا گیا تھا اور خدا نے کہا تھا۔

وہ پورا ہوا
یہ پیشگوئی پوری ہوئی مگر افسوس کہ
دنیا اندھی ہے اور نہیں دیکھتی

اس کے بعد ۴ جنوری ۱۹۰۴ء کو اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ وحی نازل کی غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون اس وحی الٰہی میں رومیوں کے مغلوب اور پھر غالب ہونے کی پیشگوئی موجود ہے۔

یہ پیشگوئی ایسے وقت اور ایسے حالات میں کی گئی تھی کہ کوئی قیافہ شناس مدبر اور پولیٹیشن بھی اس قسم کی پیشگوئی آج سے آٹھ سال پیشتر نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ اس وقت بظاہر رومی سلطنت سے کسی جنگ کی توقع نہ تھی۔ بلکہ دوستی کے عہدناموں کی تجدید ہوتی تھی اور مراسم دوستی بڑھ رہے تھے۔ اور اس وقت جو جنگ ٹرکی اور اٹلی کی شروع ہوئی ہے اس کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔ مگر آج ہم دیکھتے ہیں کہ

خدا کا یہ کلام پورا ہو گیا یعنے ایک جزو پورا ہو گیا

اس پیشگوئی کے پہلے حصہ میں رومیوں کے مغلوب ہونے کی پیشگوئی ہے آج تک جو خبریں میدان جنگ سے آئی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ

رومی مغلوب ہو گئے

اس میں کلام نہیں کہ بعض لوگ اسے فال بد کہیں گے اور ہمیں کوسیں گے کہ ہم رومیوں کی شکست پر خوشی کا اظہار کرتے ہیں مگر وہ احمق ہیں ہمیں ترکوں کی شکست پر کوئی خوشی نہیں ہم تو اس بات سے خوش ہیں کہ خدا تعالیٰ کے مامور مہدی کی پیشگوئی پوری ہوئی۔ اور اس پیشگوئی کے دوسرے جزو میں ترکوں کی کامیابی کی بشارت ہے۔

مجھے امید کرنی چاہئے کہ جو لوگ حق جو ہیں اور خدا تعالیٰ کے نشانات کی قدر کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اس سے فائدہ اٹھائیں گے احمق ہنسیں گے انہیں ہنسنے دو۔

ٹرکی اور اٹلی کی خبروں کو انشاء اللہ سلسلہ وار درج کر دیا جاویگا۔

اس وقت مجھے اس نشان کو دکھانا مقصود ہے اور ساتھ ہی اس امر کو ظاہر کرنا مقصود ہے کہ مسلمانان ہند کا ٹرکی اور اٹلی کی لڑائی میں کیا طرز عمل ہونا چاہئے۔

یہ ایک سوال ہے جس پر سنجیدگی سے غور کرنا مسلمان لیڈروں کا

کام ہے مسلمانان ہند نے فوری جوش سے متاثر ہو کر جو جلسے کئے ہیں اور اُن میں گورنمنٹ ہند اور فارن سکرٹری برطانیہ کو بذریعہ تار مسلمانان ہند کے جذبات سے آگاہ کیا ہے۔ بہ حیثیت ایک احمدی ہونے کے میں چاہتا ہوں کہ

اپنی قوم کی پوزیشن کو اس موقعہ پر صاف کروں

ہماری احمدی قوم کا جو رویہ برٹش گورنمنٹ کے متعلق آجتک رہا ہے وہ ہمارے دوست اور دُشمن اور خود گورنمنٹ جانتی ہے۔ ٹرکی کے متعلق مندرجہ بالا پیشگوئی جو کسی اختیاری یا ارادی خواہش سے نہیں کی گئی تھی۔ بلکہ خدا تعالیٰ نے حسین کامی کی آمد پر حضرت مسیح موعودؑ کو کشفی رنگ میں

ٹرکی کا مستقبل دکھایا تھا

اس پیشگوئی کی اشاعت پر مسلمانوں نے جیسا کہ اوپر ذکر ہوا خطرناک گالیاں دیں مگر ہمارے امام نے اس کو برداشت کیا اور حق گوئی سے مُنہ نہ پھیرا اور صاف الفاظ میں کہدیا۔

"سلطان روم کے حقوق بجائے خود ہیں مگر اس گورنمنٹ کے حقوق بھی ہمارے سر پر ثابت شدہ ہیں اور ناشکری ایک بے ایمانی کی قسم ہے۔ اے نادانو! گورنمنٹ انگریزی کی تعریف تمہاری طرح میرے قلم سے منافقانہ نہیں نکلتی۔ بلکہ میں اپنے اعتقاد اور یقین سے جانتا ہوں کہ درحقیقت خدا تعالیٰ کے فضل سے اس گورنمنٹ کی پناہ ہمارے لئے بالواسطہ خدا تعالیٰ کی پناہ ہے"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشتہار کے اس حصّہ کو اسلامی ہند کے دنیوی لیڈر سر سید احمد خان بالقابہ نے نہائت عزت و احترام کے ساتھ اپنے اخبار علی گڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ مورخہ ۲۴ جولائی ۱۸۹۷ء میں نقل کیا اور مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ

"مرزا صاحب نے جو اشتہار ۲۵ جون ۱۸۹۷ء کو جاری کیا ہے اس اشتہار میں مرزا صاحب نے ایک نہائت عمدہ فقرہ گورنمنٹ انگریزی کی خیر خواہی اور وفاداری کی نسبت لکھا ہے۔ ہمارے نزدیک ہر مسلمان کو جو گورنمنٹ انگریزی کی رعیت ہے۔ ایسا ہی ہونا چاہئے۔ جیسا مرزا صاحب نے لکھا ہے"

اب جبکہ یہ جنگ شروع ہو گئی ہے۔ یہ ایک قدرتی امر ہے کہ مسلمانانِ ہند کو اٹلی کی اس غاصبانہ حرکت پر افسوس ہو۔ مگر قابل غور یہ امر ہے کہ کسی کو حکومت کا عطا ہونا یا کسی کے ہاتھ سے نکل جانا ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ید قدرت میں رہا ہے۔ جب مسلمانوں کی حالت اس درجہ تک پہنچ گئی کہ وہ ملکداری کے قابل نہ رہے تو اللہ تعالیٰ نے اس امانت کو ان کے اہل کے سپرد کر دیا۔ تاج برطانیہ کے ماتحت جو فوائد مسلمانوں کو دینی اور دنیوی رنگ میں حاصل ہیں آج اسلامی سلطنتوں میں ان کا نام و نشان بھی نہیں۔ مسلمانوں کا یہ کام اس وقت نہیں ہے کہ وہ مسلمانوں کے جذبات کو اپیل کریں اور اُبھاریں۔ ہاں اس وقت اگر کوئی کام اس جنگ سے لینا چاہئے تو وہ یہ ہے کہ

مسلمان اپنی اصلاح حالت کی طرف متوجہ ہوں

اور جن اسباب کے ماتحت ان کے ہاتھ سے یہ امانت لی گئی ہے اور ہر جگہ ان کی سلطنتیں خانہ جنگی یا دوسری بلاؤں میں گرفتار ہیں ان کو ترک کریں۔ محض افسوس اور غم کے آنسو بہانے اور خون شہدا کو نذر گذراننے سے کچھ نہیں بنتا۔

مسلمانان ہند جو جلسے جابجا کر رہے ہیں۔ اور تاج برطانیہ کے تعلقات اٹلی پر رائے زنیاں ہو رہی ہیں۔ یہ ہمارے فرائض سے دور تر ہے۔ مسلمانانِ ہند کا سنجیدہ فرض یہی ہے کہ وہ اطاعت و وفاداری برٹش گورنمنٹ کے جذبات کو بڑھائیں اور خدانخواستہ وہ راہ اختیار نہ کریں۔ جو ان کی وفاداری کو دھبہ لگائے۔ من حیث المسلمین ہمیں تُرکوں کی مشکلات میں ان سے ہمدردی ہے اور اٹلی کی غاصبانہ کارروائی کو ہم نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ ہم کیا یورپ بھی نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ لیکن ہمارے لئے اس امر کی کوشش کرنا محض بے سود ہے کہ ہم برطانیہ پر دباؤ ڈالیں۔ کہ وہ ترکوں کی مدد کریں یا ترکوں کی خاطر اٹلی سے جنگ خرید لیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت سے ہمیں تاج برطانیہ کے ماتحت رکھا ہے اور ترکوں اور دوسری اسلامی سلطنتوں سے الگ رکھا ہے۔ پھر کیا ضرورت ہے کہ اس پہلو کو اختیار کیا جاوے جو ہماری وفاداری کے منافی ہو۔ میں بحیثیت ایک احمدی ہونے کے اور اپنے امام اور اس کے جانشین اور خلیفہ برحق کے طرز عمل کو سالہا سال سے مطالعہ کرتے ہوئے یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ احمدی قوم اپنے امام کے مسلک کو نہیں چھوڑ سکتی خواہ مسلمانانِ ہند اسے کچھ ہی کیوں نہ کہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے امام نے ضرورت نہیں سمجھی کہ وہ اس قسم کا کوئی جلسہ کرے اور وزیر ہند یا فارن سکرٹری کو تار بھیجے۔ میری سمجھ میں احمدیوں کو ایسے جلسوں میں شامل ہونے کی ضرورت بھی نہیں۔ جبتک کہ ہمارا امام انہیں شامل ہونے کی اجازت نہ دے اور جو جلسے اظہار نفرت کے ہوتے ہیں اور جن میں گورنمنٹ برطانیہ سے ایسے مطالبات کئے جاتے ہیں۔ جو محض نامناسب اور غیر موزون ہیں ہم ان سے کوئی ہمدردی نہیں رکھتے۔

اس میں شک نہیں کہ شوریدہ سر لوگ اسی طرح اس پر بھڑکیں گے جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس اشتہار پر مشتعل ہوئے تھے جس کا ذکر اوپر ہوا ہے۔

میں یہاں تک لکھنے پایا تھا کہ سول ملٹری گزٹ لاہور اور روزانہ پیسہ اخبار لاہور میں سراج الدین احمد سابق ایڈیٹر جو دہویں صدی حال بیرسٹر ایٹ لاء کی ایک تحریر اسی مضمون پر شائع ہوئی ہے اور اُنھوں نے مسلمانوں کو بڑے زور سے سید احمد خان صاحب کے طرز عمل اور تحریروں کے حوالہ سے رہنمائی کی ہے کہ وہ اس طرز عمل کو چھوڑ دیں۔ جو انہوں نے اب اختیار کیا ہے۔ مجھے اس کو پڑھکر بہت خوشی ہوئی نہ اس لئے کہ وہ میرا ہم خیال نکلا۔ نہ اس لئے کہ اس نے مسلمانوں کو اس وقت عمدہ مشورہ دیا۔ بلکہ میری خوشی کا باعث اور ہی تھا وہ یہ کہ یہی شخص جب حضرت مسیح موعودؑ نے مسلمانوں کو اس امر کی طرف رہنمائی کی تھی ۱۸۹۷ء میں تو سخت مخالفت کرتا تھا۔ اور اس کے اخبار میں سب سے اول گالیوں کی بھرمار شائع ہوئی تھی آج پندرہ برس کے بعد وہ بھی حضرت مسیح موعودؑ کے سچے مشورہ کے آگے سر جھکا دیتا ہے یہ خدا تعالیٰ کے کام ہیں۔ وہ جس طرح پر چاہتا ہے کرتا ہے۔ میں اگر اپنے امام کے طرز عمل سے مسلمانوں کو اس نیک کام کی طرف رہنمائی کرتا تو میرے حصّہ میں گالیاں ہی آتیں۔ مگر اب جبکہ منشی سراج الدین صاحب نے سید کے مشورہ کو پیش کیا ہے۔ کیا عجب نئی روشنی کے لیڈروں کو سمجھ آجاوے۔

بہرحال احمدیوں کو اس جنگ میں جو پارٹ لینا چاہئے وہ جہانتک میں حضرت امام کے طرز عمل سے سمجھتا ہوں یہی ہے کہ ان خوانوں اور جلسوں میں جو مسلمانوں کی طرف سے ہو رہے ہیں۔ ہمیں شامل ہونے کی ضرورت نہیں۔

اور خدا تعالیٰ کے اس نشان پر جو پورا ہوا ہے۔ سجدات شکر کرنے ضروری ہیں۔ اور دعا کرنی چاہئے کہ وہ اس کا دوسرا جزو بھی ہمیں دکھائے۔ آمین ؎

جو دِل رکھتے ہیں وہ پڑھیں

بہر کمند کہ خواہی بگیرد و بازم بند
بشرط آنکہ ز کارم نظر نگیری باز

سرپرستان الحکم ایک عرصے سے افسوس سے دیکھ رہے ہیں کہ انکا اخبار نہایت بے ترتیبی کے ساتھ شائع ہو رہا ہے اور اس بے ترتیبی کے جو وجوہات ہیں۔ ان سے بھی وہ کم و بیش واقف ہو چکے ہیں۔ مختصر طور پر میں پھر عرض کرتا ہوں کہ ایک وقت الحکم کی بڑھتی ہوئی ضروریات کی وجہ سے اس کے کارخانہ میں مشین نصب کی۔ جس سلسلہ میں قریباً چھ ہزار روپیہ خرچ ہو گیا ہے اور پھر مشین کے اجرا سے چونکہ کافی کام اس گاؤں میں میسر نہ ہو سکا۔ اس پر مزید زیرباری بڑھتی گئی یہاں تک کہ یہ کل مطالبہ آٹھ ہزار روپیہ تک پہنچ گیا۔ اس کا لازمی اثر اخبار کی مالی حالت پر پڑنا چاہئے تھا اور پڑا۔ جس سے اس کی اشاعت میں بے ترتیبی واقع ہوئی۔ اس بے ترتیبی پر بعض ناعاقبت اندیش مخالفوں نے "الحکم پر بجلی گری" کے عنوان سے مضامین لکھے اور خوشی کی ادھر بغلیں بجائیں۔ اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے الحکم کے قلم میں ایک خاص قوت رکھی ہے۔ جو انہیں بے چین کئے رکھتی تھی اور وہ دل و دماغ جو اللہ تعالیٰ کے فضل اور فیض سے ان کی ریشہ دوانیوں کو تاڑتا تھا۔ دوسری طرف اس وجہ سے مصروف ہو گیا اس لئے انہیں خوشی کا موقع مل گیا۔ مگر میرے لئے یہ ایک ایسی بات ہی تھی اور ہے جو

تلک الایام نداولہا بین الناس

میں رکھی گئی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس بے ترتیبی اور غیر مستقل اشاعت نے مجھے بہت پریشان خاطر رکھا۔ مگر میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے کبھی مایوس نہیں ہوا۔ میں جانتا تھا کہ یہ

بادل پھٹ جاویں گے

میں نے مشکلات کی اس داستان کو سرپرستان الحکم کو سرسری طور پر ایک آدھ مرتبہ دہرایا۔ اور بعض نے اس کو سن کر میری ہمت افزائی کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ بعض نے سن کر منہ پھیر لیا اور اس موقعہ کو غنیمت سمجھا کہ اب اس آواز کو قدرت دبا رہی ہے۔ جو کبھی ان کے خیال میں بے موقعہ نکل جاتی ہے۔ میں اب ان درمیانی واقعات کو دہرانا اور شکوہ و شکایت اور شکریہ کے اظہار کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ ہر شخص نے جو کچھ الحکم کے متعلق کیا اپنا فرض سمجھ کر کیا اپنی عقل اور ایمان کے موافق جو مناسب موقعہ سمجھا کیا۔ میں اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ابتلاء سمجھتا رہا ہوں اس لئے کسی کی کیا شکایت اور کیا شکوہ۔

اس وقت میں ناظرین اور سرپرستانِ الحکم کو خوشخبری سناتا ہوں کہ وہ ابتلا کے بادل جو الحکم پر منڈلا رہے تھے اور جو اس کو دبائے ہوئے تھے خدا ہی کے فضل سے کسی انسانی تجویز اور تحریک سے پھٹنے شروع ہو گئے ہیں اور الحکم جو آٹھ ہزار کے قریب بوجھ میں دبا ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے ایک ہی ساعت میں اسے

چار ہزار سے زیادہ

کے نیچے سے نکال کر باہر کھڑا کر دیا ہے۔ واللہ الحمد

یہ اس کا فضل ہے یہ اُس کی رحمانیت کا تقاضا ہے۔ میرے لئے اور الحکم کے بہی خواہوں کے لئے یہ خاص خوشی کا موقعہ اور شکریہ کا مقام ہے۔ میں تو اسے ایک اعجاز خاص سمجھتا ہوں۔ کیونکہ جس مقصد کے لئے دو سال سے انسانی کوششیں عاجز تھیں اور جن تجاویز کے لئے پوری سعی کی گئی اور ہر ایک جائز اثر کام میں لایا گیا اور ناکامی ہوئی۔ خدا تعالیٰ نے اسے ایک آن میں کر دکھلایا۔

میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ اگرچہ الحکم زیر بار ہے مگر وجہ زیرباری یہ ہے کہ اس کے اس کے کارخانہ میں اتنی مالیت کا سامان ہے کہ وہ اس زیرباری کے دُور کرنے کے مناسب ہے۔ ہاں ضرورت اس امر کی تھی۔ کہ وہ لوگ جو جانتے ہیں کہ الحکم ہی وہ پرچہ ہے۔ جس نے سب سے اول ایسے وقت میں قوم کی خدمت کے لئے قدم اُٹھایا کہ بجز اس کے کہ ہر طرف سے لعنت ملامت اور سب و شتم ہوا اور کچھ حاصل نہ تھا۔ اس کی مدد کریں۔ اس وقت قوم کی تعداد سینکڑوں کے اندر محدود اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوی مہدویت کا آغاز اور سلسلہ کی ابتدائی مشکلات کا سامنا۔ اخباری مذاق اور پھر مذہبی اخبار بینی کا مذاق علی العموم مفقود۔ دوستوں نے اس کے نوجوان اور ناتجربہ کار ایڈیٹر و مالک کو دھمکایا اور ڈرایا کہ یہ اخبار کامیاب نہ ہوگا۔ مگر مولیٰ کریم نے دکھا دیا کہ ہر انسانی منصوبہ اور رائے ٹھکانے پر نہیں پہنچتی۔

پھر جن مشکلات میں سے نکل کر وہ آگے بڑھا وہ تاریخ دلگداز ہے۔ آج خدا تعالیٰ کے فضل سے قوم میں اخبار کا مذاق پیدا ہو چکا ہے۔ متعدد اخبار جاری ہو چکے ہیں۔ آج کسی اخبار کا کامیاب ہو جانا سہل ہے۔ جبکہ قوم اخبار کو اپنے ستہ ضروریہ میں داخل کر چکی ہے۔ یہ وقت الحکم کے شباب کا تھا مگر اس کی حالت بھی ان آفتوں کا نشانہ ہو گئی۔ جو شباب کے حسب حال ہیں اور

پنہاں تھا دام سخت قریب آشیان کے
اُڑنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے

یکایک الحکم مالی مشکلات کے نیچے آ گیا اور ان مشکلات کے بوجھ نے اس کی کمر کو توڑ دیا۔ یہ وقت تھا کہ وہ لوگ جو خدا کی دی ہوئی دولت کا حصہ رکھتے تھے اس کے لئے اپنا ہاتھ بڑھاتے۔ اور اس بات کی پرواہ نہ کرتے کہ کیوں

ایڈیٹر ان کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتا

انھوں نے اپنا فرض ادا کرنا تھا نہ کہ ایڈیٹر کے دست سوال کا ملاحظہ وہ جانتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے

اس کو اپنا بازو کہا تھا

کیا انہیں یہ شرم نہ آئی تھی کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کٹا ہوا بازو دیکھیں کیا اس کی خدمات کا یہی صلہ تھا۔ کہ وہ مصیبت

میں اس کے کام نہ آسکتے ہوں نہیں معلوم تھا کہ خدا تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے الحکم کے ذریعہ اس پیشگوئی کو بھی پورا کیا تھا جو مقدمات کے خاتمہ کے متعلق حضرت نے شائع کی تھی - اور اللہ تعالیٰ نے محض اپنی غریب نوازی اور پردہ پوشی سے الحکم کو

ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون

میں داخل کیا تھا۔

باوجود اس کی خدمات کے باوجود اس کی عظمت کے بہت تھوڑے دلوں میں حرکت ہوئی اور وہ دل وہ تھے - جو غریب تھے - جن کے ہاتھ میں کچھ نہ تھا - ہاں ایک بات تھی اور

وہ نقد دعا تھا۔

ان دعاؤں ہی نے اپنا اثر کیا اور آج میں اس قابل ہوں کہ یہ خوشخبری سناؤں کہ چار ہزار اس میں سے کم ہو گیا - ابھی الحکم چار ہزار کا اور دیدار ہے اور اس میں ایک ہزار روپیہ وہ بھی داخل ہے - جو الحکم کی بحالی کے لئے ضروری ہے - میرے دوستو خدا تعالیٰ کے کام رکا نہیں کرتے - وہ جس کام کو چاہتا ہے وہ کسی نہ کسی طرح ہو کر رہتا ہے میری امیدیں اور میرا ایمان اس واقعہ سے بہت بڑھ گیا ہے جس نے فضل کیا وہ باقی کے لئے کیوں نہ کریگا باوجود اس حالت کے کہ الحکم بے ترتیب شائع ہوا کیا اس کی قبولیت میں فرق نہیں آیا - میں نے بعض اوقات چاہا کہ اسے بند کر دوں مگر مسیح موعود کے جانشین اور خلیفہ نے مجھ سے تین مرتبہ عہد لیا کہ میں اسے بند نہیں کرونگا یہ عہد بتاتا ہے کہ منشاء الٰہی یہی ہے کہ

خادم سلسلہ الحکم زندہ رہے

پس اے سننے والو سن لو الحکم خدا تعالیٰ کے دین کا خادم ہے اس کے ایڈیٹر کو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس خدمت کے قابل دل و دماغ عطا فرمایا ہے اور میں اس ربانی عطیہ پر ناز کرتا ہوں کہ میرے آقا اور مطاع حضرت خلیفۃ المسیح نے عموماً الحکم کی ایڈیٹوریل خصوصیت کو سراہا ہے

اور قوم کے عصر برآوردہ اور ممتاز لوگ سمجھتے ہیں کہ الحکم نے خاص خدمات کی ہیں مخالفین تک اعتراف کر چکے ہیں کہ وہ کس محنت سے لکھا جاتا رہا ہے جب لکھا گیا ہے - اب تک بھی الحکم کے ناظرین اور خریدار پانچ روپیہ سالانہ دیکر سال میں ایک مضمون پڑھ سکیں تو اسے بھی غنیمت سمجھتے ہیں میرے لئے یہ جائز فخر اور شکریہ کا مقام ہے اور یہ محض ربانی فضل ہے - میری قابلیت اور استعداد نہیں بلکہ سلسلہ حقہ کی خدمت کے طفیل مجھے یہ فضل دیا گیا ہے

ان حالات کے اندر کیا تم پسند کرتے ہو کہ وہ قلم جو خدمت کرنے کا اہل ہے محض اس وجہ سے رکا رہے کہ الحکم مالی زیر باری کے نیچے ہے - تمہاری غیرت اور حمیت کا تقاضا ہونا چاہئے تھا کہ تم خود بلا کسی تحریک کے اس کمی کو پورا کر دیتے اور مجھے خبر بھی نہ ہوتی مگر تم نے غفلت کی اور بے پرواہی کی اس کا جواب تم اللہ کے حضور دو گے۔

یہ یاد رکھو کہ الحکم ان مشکلات سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے نکل جاویگا لیکن تم پر یہ حجت رہ جائیگی - آنیوالی نسلیں الحکم کے پچھلے فائلوں کو پڑھیں گی اور اس کے کارناموں کو دیکھیں گی پھر جب وہ ان مشکلات کے سالوں کے اندر سے گذریں گی تو تمہاری سردمہری پر افسوس کئے بغیر نہ رہیں گی - اس خادم قلم کا اختیار تمہیں دیا گیا تھا اور ضرورت تھی کہ تم کبھی سے بھی اس اختیار کی قدر کرتے - مگر تم خود سوچو کہ الحکم کے ساتھ تم نے کیا کیا ہے؟

میں پھر تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ اپنے اس خادم کی خبر لو میں یہ تحریک بھی نہ کرتا - مگر اس تحریک کا محرک دراصل وہ مبارک وجود ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنی پاک وحی میں اولوالعزم کہا جس کو فضل عمر کہا اور اس کے عجیب عجیب نام رکھے جو ہمارے لئے برکت اور فضل ہے یعنی صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب سلمہ اللہ الاحد - انہوں نے الحکم کی ضرورتوں اور مشکلات سے متاثر ہو کر

دس روپیہ مجھے بھیجے ہیں

اور یہ تحریک کی ہے کہ میں تحریک کروں میں اس دس روپیہ کی رقم کو دس کروڑ سے بھی زیادہ قیمتی سمجھتا ہوں اس لئے کہ یہ اس ہاتھ سے ملے ہیں جو آیۃ اللہ ہے یہ اس دل سے نکلی ہوئی تحریک ہے جو مظہر انوار سماوی ہے - خدا کے فضل سے یہ ضرور بابرکت ہوگی اور نتیجہ خیز۔

پس میں احباب اور سرپرستان الحکم میں سے چار سو ایسے احباب کو بلاتا ہوں جو حضرت صاحبزادہ صاحب کی اس مبارک سنت کی تقلید کریں اور الحکم کی مشکلات میں اس کے ناصر ہوں بعض ایسے احباب ہیں جو اکیلے سو سو روپیہ دے سکتے ہیں - الحکم کے خریداروں میں سے چار سو ایسے آدمیوں کا نکلنا کچھ بھی مشکل نہیں اور یہ رقوم کم از کم دسمبر ۱۹۱۱ء تک آجانی چاہئیں تاکہ جنوری ۱۹۱۲ء سے خدا تعالیٰ چاہے تو الحکم پہلی سی شان سے نکلے

میں سخت ناشکر گذار ہونگا اگر میں ان غریب بھائیوں کا خصوصاً شکریہ ادا نہ کروں جنہوں نے اس زمانہ مشکلات میں میرے ساتھ نہیں نہیں اپنے پیارے الحکم کے ساتھ خاص ہمدردی کا ثبوت دیا - برادرم ہاشم علی صاحب فدائے سلسلہ کا ذکر تو بار ہا کیا گیا ہے سید نذیر حسین صاحب گٹھالیاں نے خصوصیت سے الحکم کی امداد کے لئے کوشش کی ہے اور ایک نہایت قلیل تنخواہ کے مدرس منشی قائم علی صاحب نے مستقل طور پر الحکم کے قرضہ کی ادا کیلئے مدد دینے کا اظہار کیا - میں نے ایسے دوستوں کے متعلق آجتک الحکم میں لکھنا ضروری نہیں سمجھا تھا مگر اب جبکہ یہ تحریک کی جاتی ہے تو میں سچے دل سے ان کی ہمدردیوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے ارادوں میں کامیاب کرے (آمین)

بالآخر یہ عرض کرتا ہوں کہ وہ چار سو آدمی جو الحکم کے بقا اور احیا کو ضروری سمجھتے ہیں اس وقت ہمت کریں - جو اس سے زیادہ دے سکتے ہیں وہ بھی الحکم کے بقا کے لئے ایک اور تجویز بھی ایک پاکدل کے سامنے ہے اس قسم کی تحریکوں کا پیدا ہو جانا ہی میں سمجھتا ہوں کہ مبارک فال ہے۔

میں نے اس مضمون کے لکھنے سے پہلے دیوان حافظ کو کھولا تو اس میں یہ شعر نکلا جو ذیل میں درج ہے ؎

ہر کمند کہ خواہی بگیر و بازم بند — بشرط آنکہ ز کارم نظر نگیری باز

سب سے آخر میں الحکم ہی کے ذریعہ حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کے حضور عرض کرتا ہوں کیونکہ ایڈیٹر کا سب سے بڑا ذریعہ خط و کتابت و عرض حال اس کا اخبار ہی ہوتا ہے۔ کہ

میرے آقا! تیرا یہ خادم کیسا ہی نابکار ہو مگر آخر تیرا ہے اس لئے اس کی لاج ہوتی ہے تیری خواہش ہے کہ قادیان سے کوئی کام شروع ہو کر بند نہ ہو - الحکم کے زور قلم اور اس کی قوت استدلال نے تیرے پاک دل میں اپنے لئے جگہ حاصل کی ہوئی ہے - تیرے طیب مال نے الحکم کی سرپرستی سے مضائقہ نہیں کیا - اگر اس کی کمزوریوں نے تیرے شفاف دل پر کبھی اثر پیدا کرنا چاہا ہے تو الحکم کی خصوصیتوں نے اسے تیرے رحم کے نیچے فوراً محو کر دیا - یہ وقت اس کے لئے خاص امتحان کا ہے ایک حصہ سے وہ نکل گیا ہے دوسرا پر چھا رہا ہے اپنی نیم شبی دعاؤں سے اس کی مدد فرما تیری دعائیں ان بادلوں کو جو ابھی اس پر منڈلاتے ہیں دور کرنے کا اثر رکھتی ہیں۔ میں اس میں بھی قصور نہیں سمجھتا بلکہ فخر رکھتا ہوں کہ یہ عرض کروں کہ دعاؤں کے ساتھ اپنے پاک دل کے ... کبھی اب اس کی تائید میں وہ حصہ جو آپ قوم ہونے کی حیثیت سے تیرے شایاں ہے اور یونیورسٹی کی ضرورت بھی اس کا زیادہ احساس تیرے دل میں ہے - اور یہ نہایت ہی موزوں ہے کہ خاک از تودہ کلاں بردار - بہر حال بازآ آمدم آمدم تا خدمتے این خاک پاکنم - گر طاعتے قضا شدہ باشد ادا کنم - اللہ تعالیٰ قوم کے دل میں درد اور درد کے ساتھ فہم اور عمل کی قوتیں پیدا کرے اور مجھے بھی توفیق دے کہ اس پاک غرض کو ادا کرسکوں جو الحکم کے ذریعہ مجھ پر ہے - آمین

خاکسار یعقوب علی تراب ایڈیٹر الحکم قادیان

انصار اللہ

میں کُل انصار اللہ کو رسالہ تشحیذ الاذہان کے ذریعہ اطلاع دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے کام باقاعدہ ہو رہا ہے اور ایک کثیر تعداد انصار کی غیر معمولی جوش کے ساتھ اپنا کام کر رہی ہے اور بہت سی جگہوں پر خاص کامیابی ہوئی ہے اور قریباً بیس کے آدمی جماعت میں داخل ہوئے ہیں اور آجکل تو کثرت کے ساتھ انصار کی رپورٹوں سے خوشخبری کی بو آتی ہے۔ میں اپنے سے آپ لوگوں کی کامیابی کیلئے خاص طور سے دعا میں مشغول ہوں اور دیکھتا ہوں کہ قبولیت کے آثار ہویدا ہو رہے ہیں۔ اور وہ رکاوٹیں جو پہلے پیش آتی تھیں۔ خود بخود اُٹھ رہی ہیں اور غفلت کے پردہ چاک ہو رہے ہیں۔ اور اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ تو عنقریب انصار کی طرف سے ایک بڑی فہرست ان اسمار کی شائع کی جائیگی۔ جو ان کی کوششوں سے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔

مگر باوجود اس خوشخبری کے میں افسوس کرتا ہوں کہ ابھی آپ لوگوں میں سے ایک اچھی خاصی تعداد اپنے کام سے ناواقف ہے اور سمجھتی ہے کہ ہمارے بدلہ ہمارے بھائی کام کر رہے ہیں۔ میں آپ لوگوں کو سچ بتاتا ہوں۔ کہ کسی کی قبر میں کوئی دوسرا نہیں جاتا۔ اور ہر ایک شخص اسی کام سے نفع کا امیدوار ہو سکتا ہے۔ جو اس کے ہاتھوں نے کیا۔ پس ہوشیار ہو جاؤ۔ اور ان وعدوں کو یاد کرو۔ جو آپ لوگوں نے اپنے مولیٰ سے جماعت انصار سے داخل ہوتے وقت کئے ہیں کیا کسی کی جرأت ہے کہ وہ اپنے ضلع کے حاکم سے ایک بات کہکر پھر جائے۔ اگر نہیں تو پھر قادر مطلق خدا جس کی بادشاہت سے کوئی نہیں بھاگ سکتا۔ ان کے وعدوں کو توڑ کر کون نفع حاصل کر سکتا ہے۔ اپنی ذمہ واریوں سے واقف ہو۔ کہ ناواقف انسان ٹھوکر کھاتا ہے۔ آپس میں محبت اور اتفاق کے رسہ کو مضبوط پکڑ و تا خدا سے بڑے بڑے انعام کے مستحق بنو۔ تمام احمدی جماعت کی بہتری اور اس کے شیرازہ کے مضبوط باندھنے میں کوشش کرو اور اگر کسی جگہ پر جھگڑا اور فساد ہو۔ تو اس کے دور کرنے کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ اور اپنے پورے زور سے اسے دفع کرو۔ سلسلہ احمدیہ خدا کا بنایا ہوا ہے تم اس کے خادم بنو۔ اور ہر ایک احمدی بہتری کا خیال رکھو۔ تاکہ اللہ تعالیٰ تمہاری بہتری کا خیال کرے میں سُنتا ہوں کہ لوگ آپ لوگوں پر ہنستے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کیا بدعت ایجاد ہوئی ہے۔ گھبراؤ نہیں کیونکہ جب تک مخالفت نہ ہو۔ کوئی کام ترقی نہیں پاتا۔ وہ لوگ خود کام نہیں کر سکتے۔ دوسروں کو بھی روکتے ہیں۔ چاہئے تو یہ تھا۔ کہ اس جماعت کی دیکھا دیکھی اور کئی جماعتیں انہی اغراض کے پورا کرنے کے لئے بنتیں۔ مگر وہ الٹا تم کو بھی کام کرنے سے روکتے ہیں۔ پس خدا پر بھروسہ رکھو اور حضرت خلیفۃ المسیح سے تعلق کو بڑھاؤ کیونکہ خدا جن کو اپنے کام کیلئے چُنتا ہے۔ اُن کے کلام میں برکت دیتا ہے۔ کیا معلوم کس وقت کی دعا تمہارے لئے تیر بہدف ہو جائے۔ اکثر انصار رپورٹ بھیجنے میں سُست ہیں۔ اس سُستی کو دُور کرنا چاہئے۔ جہاں جہاں کسی انصار کے ذریعہ سے کوئی شخص جماعت میں داخل ہو۔ وہ فوراً مجھے اطلاع دیں۔ ارادہ ہے کہ ایسے آدمیوں کے ناموں کا ایک رجسٹر رکھا جائے۔ تاکہ دوسروں کے لئے تحریص کا موجب ہو۔ والسلام

خاکسار

مرزا محمود احمد

ستیارتھ پرکاش پر ایک مختصر ریویو

"جولائی کے پرچہ میں پنڈت دیانند صاحب بانی آریہ سماج کے بعض اعتراضوں کا میں نے جواب لکھا تھا۔ جو انہوں نے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں مسیحیت اور اسلام پر کئے ہیں۔ اور ناظرین سے وعدہ کیا تھا کہ انشاء اللہ اس مضمون پر آئندہ بھی اسی ہیڈنگ کے نیچے کچھ نہ کچھ لکھا جایا کریگا۔ چنانچہ اس پرچہ میں اس وعدہ کا ایفا کیا جاتا ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی۔ تو جب تک اس کا منشاء ہوگا۔ یہ سلسلہ جاری رہیگا۔"

میں نے پچھلے پرچہ میں ان سوالات پر بھی کچھ لکھا تھا۔ جو پنڈت صاحب نے مسیحیت پر کئے ہیں۔ لیکن آئندہ سے میرا ارادہ ہے۔ کہ صرف انہی سوالات کو لیا کروں۔ جو اسلام کی نسبت پیش کئے گئے ہیں۔ اور اسلامی تعلیم کو اصلی رنگ میں پیش کر کے دیکھا جائے۔ کہ کیا اس پر کسی قسم کے اعتراض پڑتے ہیں۔ یا پنڈت صاحب نے محض تعصب سے اپنے دماغ سے اس قسم کے اعتراض پیدا کئے ہیں۔ میں نے یہ بھی مناسب جانا ہے۔ کہ چودھواں سمولاس چونکہ سارے کا سارا اسلام کے خلاف اعتراضات سے بھرا ہوا ہے۔ اور بانی آریہ سماج نے قرآن شریف پر شروع سے لیکر ترتیب سے اعتراض لئے ہیں۔ اس لئے میں بھی اسی ترتیب سے ان اعتراضات کا جواب لکھوں۔ تاکہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے اور یہ جوابات تکمیل کو پہنچ جاویں۔ تو آخر میں ایک کتاب بن جائے۔ بہتر تو یہ ہوتا۔ کہ چند صفحے رسالہ کے اس کام کے لئے وقف کئے جاتے۔ اور کتاب کی صورت میں ہر رسالہ میں چند صفحات نکل جاتے تا آخر میں ناظرین ان کو اکٹھا کر کے جلد بند ہوا سکتے۔ لیکن اس صورت میں اکثر ہر رسالہ میں مضمون ادھورا رہ جاتا ہے۔ اور پڑھنے والوں کو لطف نہیں آتا۔ اور بعض دفعہ تو جواب کا سمجھنا بھی مشکل ہو جاتا ہے اس لئے میں۔ اسی کی وجہ سے یہی تجویز ہے۔ کہ رسالہ میں تھوڑے تھوڑے جوابات شائع کئے جاویں۔ اگر ختم ہونے پر ضرورت سمجھی جائے تو کتاب کی صورت میں اس کو شائع کر دیا جائے۔ اتنی تمہید کے بعد اب میں اصل مضمون کو شروع کرتا ہوں۔

اعتراض اوّل۔ پنڈت صاحب کا سب سے پہلا اعتراض بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پر ہے (یہ بھی شکر ہے ورنہ پنڈت صاحب سے کچھ بعید نہ تھا۔ کہ لفظ قرآن سے اعتراضات کا سلسلہ شروع کرتے۔ منِ المؤلف) اور اپنے آپ کو محقق قرار دیکر اس پر یوں اعتراض کیے ہیں۔

محقق۔ مسلمان لوگ ایسا کہتے ہیں۔ کہ یہ قرآن خدا کا کلام ہے لیکن اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا بنانے والا کوئی دوسرا ہے۔ کیونکہ اگر خدا کا بنایا ہوا ہوتا۔ "تو شروع ساتھ نام اللہ کے" ایسا نہ کہتا بلکہ "شروع واسطے ہدایت انسانوں کے" ایسا کہتا۔

اس اعتراض کے کرنے سے پنڈت صاحب کا یہ مطلب ہے۔ کہ چونکہ اس میں مخاطب خدا ہے۔ اس لئے یہ کلام خدا کا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ انسان کا ہے۔ کیونکہ اگر خدا نازل کرنے والا ہوتا۔ تو قرآن شریف ایسی طرز سے شروع ہوتا جس میں یوں معلوم ہوتا۔ کہ اللہ تعالیٰ بول رہا ہے لیکن اس آئت سے اُلٹا یوں معلوم ہوتا ہے کہ بندہ بول رہا ہے اور خدا مخاطب ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ کلام انسانی ہے۔

جواب اوّل۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سورہ فاتحہ کی ایک آئت ہے اور سورہ فاتحہ ایک دعا ہے۔ جو انسان کو اللہ تعالیٰ نے سکھائی ہے کہ تا وہ اسے خدا کے سامنے پڑھکر اپنا حال عرض کرے۔ چنانچہ عربی کے قاعدہ کے لحاظ سے بسم اللہ میں جو با آتی ہے۔ اس کا ایک متعلق مقدر ضرور ماننا پڑیگا۔ کیونکہ جملہ میں با کا متعلق ضرور آتا ہے۔ جو کہ یا فعل ہوتا ہے یا معنی فعل یا شبہ فعل۔ پس اس قاعدہ کے ماتحت بسم اللہ کا مقدر متعلق جب ہم نکالتے ہیں۔ تو فقرہ یوں بن جاتا ہے۔ اقرأ بسم اللہ یعنی میں اللہ تعالیٰ کا نام لیکر دعا یا یہ قرآن شریف پڑھتا ہوں۔ دوسرے ایک حدیث میں ہے کہ کل امر ذی بالٍ لم یبدء بہٖ بسم اللہ فھو اقطع وابتر۔ اس قرینہ سے بجائے اقرأ کے ابتدا کی تقدیر نکلیگی۔ اور اس آئت کے یہ معنی ہوں گے۔ کہ میں اللہ تعالیٰ کے نام سے استعانت طلب کرتا ہوا اس کلام کو پڑھنا شروع کرتا ہوں۔ یا اس کام کو کرتا ہوں۔ پس سورہ فاتحہ ایک دعا ہے جو انسان کو سکھائی گئی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ دعا خدا کی طرف سے نہیں بلکہ بندہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ اگر پنڈت صاحب کا یہ مطلب ہے کہ اس دعا میں اللہ تعالیٰ سائل ہوتا۔ اور بندہ مسئول تب قرآن شریف خدا کا کلام ثابت ہوتا۔ تو آریہ سماج کو بہت جلد یہ اعتراض ستیارتھ پرکاش میں سے مٹا کر اہل عقل و دانش کی ہنسی سے بچنا چاہیئے۔ دعا بندہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ خدا کی طرف سے نہیں۔ کیونکہ جو شخص سوال کرتا ہے۔ وہ محتاج ہوتا ہے اور جس سے سوال کیا جاتا ہے۔ وہ محتاج الیہ یعنی اس کے حضور میں دوسرے لوگ محتاج ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ جس کے حضور میں کوئی کمی نہیں۔ اور زمین و آسمان اور ذرہ ذرہ کا مالک ہے کسی کا محتاج نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اگر وہ محتاج ہو۔ تو اس پر لفظ اللہ کا اطلاق ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ اللہ کے معنی ہیں ہر ایک خوبی سے متصف اور ہر ایک عیب سے مبرا اور کسی کا محتاج ہونا تو بہت بڑا بھاری عیب ہے جو اللہ تعالیٰ میں نہیں پایا جا سکتا۔ پس میں نہیں سمجھ سکتا کہ پنڈت صاحب کو اس اعتراض کرنے کا خیال ہی کیوں پیدا ہوا۔ کیونکہ جب سورہ فاتحہ ایک دعا ہے۔ جو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو سکھائی ہے۔ تو ضرور تھا کہ وہ ایسے الفاظ میں ہوتی۔ جس سے ظاہر ہوتا کہ بندہ عرض کر رہا ہے اور مالک سن رہا ہے۔

اس کی مثالیں دُنیاوی گورنمنٹوں کی قواعد میں بھی کثرت سے مل سکتی ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ گورنمنٹ انگریزی نے بھی مختلف عرائض کے لئے خود الفاظ بنا کر دیئے ہیں۔ اور لازمی ہوتا ہے کہ ہر ایک سائل جب کوئی درخواست کسی خاص محکمہ میں دے۔ تو وہی الفاظ استعمال کرے۔ جو کہ گورنمنٹ نے اس عرضی کے لئے خود مقرر کئے ہیں۔ چنانچہ وہ لوگ جو دفاتر کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ یا جنہیں کبھی کسی مقدمہ میں حاضر ہونا پڑا ہو۔ اس بات کو خوب جانتے ہیں۔ وکلا کے لئے بھی چیف کورٹ نے خاص الفاظ مقرر کئے ہوئے ہیں۔ کہ جو انہیں جج کے سامنے تقریر کرنے سے پہلے کہنے پڑتے ہیں۔ اسی طرح مختلف سوسائٹیوں میں داخلہ کے لئے خاص فارم پُر کرنے پڑتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ اس لئے ہوتا ہے۔ کہ ہر ایک انسان سمجھ ہی نہیں سکتا کہ کن الفاظ میں اپنا مافی الضمیر ادا کرے۔ اور نہ وہ یہ جان سکتا ہے کہ کون سے الفاظ ضرر اور نقص سے پاک ہیں۔ اس لئے دنیاوی گورنمنٹیں بھی احتیاطاً خود درخواست کے الفاظ مقرر کر دیتی ہیں۔ اور سائل کو ضروری ہوتا ہے کہ ان الفاظ کو استعمال کرے۔ تاکہ بہت حد تک نقصوں سے محفوظ رہے۔

بچوں کی تندرستی

والدین کو ہمیشہ گھر سے تعلق خاطر موجب ہوتا ہے - اگر سست یا پژمردہ اور بھوک تنک گئی ہو - تو اس کو فوراً اسکاٹس امیلشن دینا چاہیئے - اس کے دودھ میں چند قطرے ملا کر دینے سے بچہ میں بڑا فرق ہو جائیگا - اور وہ خوش وخورم اور بشاش ہو جائیگا - جو تندرستی کی یقینی علامت ہے -

ہاتھ سے چھوا نہیں جاتا -

اسکاٹ اینڈ باؤن مینوفیکچرنگ کیمسٹس لنڈن

کیا آپ بیمار ہیں؟

جبکہ آپ کی طبیعت درست نہ ہو - اس کی کچھ بحث نہیں کہ کونسی آپکی شکایت ہے - آپ ضرور خود سے یہ سوال کیجیئے کہ آیا دن بھر دن بھر میں ایک دست صاف ہو جاتا ہے اگر یہ بات نہ ہو تو رات کو سوتے وقت دو یا تین ہاضمہ کی گولیاں (ڈونس ڈنر پلس) کھا لیجیئے - دوسرے روز صبح کو دست صاف ہوگا اور پیشتر کی نسبت آپ کو فوراً زیادہ اچھا معلوم ہوگا - قبض کی وجہ سے آنتوں میں فضلے زیادہ دیر تک رہتے ہیں - اور ایسا فاسد مادہ پیدا کرتے ہیں کہ دنیا کے نصف سے زیادہ مرضوں کا باعث ہوتا ہے اس سے بخوبی سمجھا جائیگا کہ کیوں قبض سے یہ بیماریاں پیدا ہوتی ہیں جگر کی شکائت ہیجان صفرا صفراوی بخار - یا تپ - بدہضمی ہیٹھوں کی کمزوری - جسم کی نقاہت - امراض قلب یعنے دل - دوار یعنی چکرانا - دردسر - نفخ - کھٹی ڈکاریں آنا - مستورات کی بیماری اگر بہت عرصہ یہی حالت رہی - تو خون کثیف ہو جاتا ہے - اور صحت ہمیشہ کے لئے خراب ہو جاتی ہے - ڈون کی ہاضمہ کی گولیاں (ڈونس ڈنر پلس) نباتات سے بنائی گئی ہیں - اور مذکورۃ الصدر مرضوں کو مٹاتی ہیں - کیونکہ وہ فاسد اور زہریلے انجروں کو نکالتی ہیں - جگر کو قوت عطا کرتی ہیں - قیمت ۴ر و ۸ر و ۱۲ار - ۱۲ار والی شیشی میں ۱۶۰ گولیاں ہیں - جو ۴ر والی شیشی سے پنجگنی ہیں - ۱۲ار والی شیشی ڈون پی او باکس نمبر ۲۰ بمبئی سے طلب کرو -

عید کارڈ - و عید رومال

ہماری پہلی ایجاد عید کارڈ اور دوسری ایجاد عید رومال جسقدر مقبول ہوئے ہیں - اس کا اندازہ صرف اسی سے ہو سکتا ہے کہ جو لوگ پہلے منگانا بھول جاتے ہیں - انہیں وقت پر بذریعہ تار منگانے پڑتے ہیں - چونکہ عید آنیوالی ہے اس لئے آپ ابھی سے فرمائش بھیجدیجئے - تاکہ وقت پر دوستوں کو یہ مناسب تحفہ بھیج سکیں -

رومال ریشمی موزوں اشعار و احادیث سے مزین فی ۶ر درجن للعہ
رومال پارچہ " " " فی ۲ر " عہ
رومال کاغذی " " " " ۶ر " ۶ر
عید کارڈ لفافوں میں جانیوالے مقامات متبرکہ کے نقشوں سے مزین فی ار " " ۱۲
عید کارڈ سنہری پیسہ میں پوسٹ ہونے والے " ۶ر " " ۶ر
عید کارڈ سیاہ مقامات متبرکہ کے نقشوں کے علاوہ اشعار سے مزین فی ۱ر " " ۳

المشتہر

مینیجر عید کارڈ و عید رومال - لاہور - اندرون دہلی دروازہ

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی مشہور دوائیں

جلاب کی گولیاں

رات کو دو گولی کھا کر سو جاؤ - دوسرے دن صبح کو دست صاف ہوگا - پیٹ کی گرانی و مروڑ نہیں ہوگا - حسب معمول نہانے اور کھانے پینے میں کچھ رکاوٹ نہیں - ۱۶ برس سے ڈاکٹر برمن صاحب اپنے مریضوں کو دیتے آئے ہیں - یہ گولیاں کل میں بنی ہیں مقدار اور وزن میں گولیاں برابر ہیں ہر عیالدار کو ایک ڈبیہ رکھنی چاہیئے - قیمت سو گولیوں کی ڈبیہ ۵ر ایک سے چھ ڈبیہ تک محصولڈاک ۵ر

دردسر اور ریاحی درد کی دوا

ریاحی درد لحظہ میں زیادہ ہو جاتا ہے یہ دوا لحظہ میں اس کو بابی کر دیتا ہے اور ریاح جیسے ٹیس - چمک - ٹیک - رگوں میں لہر - ٹیس کن کتی سے جو کبھی چھٹانے سے ہو تو اس دوا سے فوراً آرام ہو جاتا ہے - دردسر نصف ہو یا تمام سر میں کسی وجہ سے درد ہو - فوراً دور ہو جاتا ہے - اس لئے ہر خاص و عام کو یہ دوا اپنے پاس رکھنا لازم ہے قیمت ۱۲ ٹکیوں کی ایک ڈبیہ ۱ر - محصولڈاک ایک سے چھ ڈبیہ تک ۵ر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

سچائی کا جھنڈا

اشتہاروں کی گرم بازاری، یہ مضمونوں کی تیز و طراری مریضوں کی آہ زاری آجکل وہ سماں دکھا رہی ہے کہ الامان لیکن ہمارا کام صرف باتوں ہی سے نہیں چلتا - ہم پہلے مفت دوا دیتے ہیں اول منگواؤ پھر آزماؤ - بھلا اس میں بھی دھوکہ ہے - قوائے تناسل کے متعلق ان دنوں مختلف بیماریوں کی وجہ سے عام طور پر ضعف کی شکائت ہے میں نے اس مرض کے لئے یہ معجون تیار کی ہے جس کے چند روزہ استعمال سے امراض متعلق قوائے تناسل انشاء اللہ فوراً رفع ہوتے ہیں اور ہر قسم کی شکایات کے لئے انشاء اللہ مفید ہے - ہمارا کام یہ نہ تھا کہ لکھ ماریں جواہرات سے تیار ہوئی ہے اول نمونہ مفت منگائیے پھر اگر شفا ہو تو طلب فرمائیے فی بکس عمر

طلاء طلسمی - پیرانہ سالی کے اثر اور جوانی کی غلط کاریوں سے یہ امراض لاحق ہوتے ہیں بلکہ بعض اوقات خودکشی تک نوبت پہنچتی ہے ہمارے اس طلاء سے فائدہ اٹھائیے اور معجون طلسمی کھائیے - انشاء اللہ وہ اس کو مفید پائیں گے قیمت ۶ ماشہ عہ

سرمہ سلیمانی - آنکھوں کی کل بیماریوں کو دفع کرنے اور قوت بصارت بڑھانے والا - قیمت فی تولہ ۸ر

سفوف ندان دانتوں کی کل بیماریوں کو دفع کرنے والا - قیمت فی بکس

حکیم سرفراز حسین مالک کارخانہ احمدیہ بابگڈ ضلع

اسی فائدہ کو مدنظر رکھکر اللہ تعالیٰ نے بھی ابتدائے قرآن میں سورۂ فاتحہ نہائت ہی پاک اور بے عیب الفاظ میں انسان کو سکھائی ہے۔ تاکہ وہ اس کے ذریعہ سے اپنے ہر قسم کے مطالب کو اللہ تعالیٰ سے طلب کرے۔ پس اس پر اعتراض کرنا تعصب نہیں تو اور کیا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس دعا کی وجہ سے مسلمان ہر ایک مذہب پر غالب ہیں۔ اور کوئی مذہب نہیں جو اپنے پیرودں کو ایسی پاک اور جامع دعا سکھاتا ہو۔ جس میں مختصر الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی کل صفات کا بیان بھی ہو۔ بندوں اور انسان کے تعلقات بھی بیان کئے گئے ہوں۔ پھر انسانوں کے آپس کے تعلقات بھی مذکور ہوں۔ اور پھر ایک جامع مانع دعا بھی ہو۔ یہ ایک اسلام اور صرف اسلام ہی ہے۔ جس میں اپنے پیرؤوں کو اس کامل دعا کا ہتھیار دیا گیا ہے۔ اور چونکہ دعا کے ماتحت ہی نتائج نکلتے ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کی طرح کوئی قوم خدا تعالیٰ سے نیک ثمرات کی امیدوار نہیں ہو سکتی۔

وید خدا کا کلام نہیں؟

یہاں تک یہ ثابت کرنے کے بعد کہ چونکہ انسان دعا میں اپنے الفاظ میں پوری طرح محتاط نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سورۂ فاتحہ ایک کامل دعا سکھلائی ہے اور یہ کہ اس کی مثال دُنیاوی گورنمنٹوں کے انتظام میں بھی ملتی ہے میں یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ پنڈت صاحب نے جو اعتراض قرآن پر کیا ہے۔ وہی وید پر اُلٹ کر پڑتا ہے۔ اور قرآن شریف میں تو صرف ایک قلیل حصہ ہے۔ جو بطور حکائت از انسان بیان کیا گیا ہے۔ لیکن وید سارے کا سارا اس الزام کے نیچے ہے۔ اور چونکہ پنڈت صاحب اس بات کو قبول کرتے ہیں۔ کہ جس کلام کا کوئی حصہ انسان سے حکائیتاً بیان ہو۔ وہ الٰہی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ انسانی کلام ہوتا ہے اس لئے ان کے پیرؤوں کو لازماً اقرار کرنا پڑیگا۔ کہ وید خدا کا کلام نہیں چنانچہ رگوید جو سب ویدوں میں معتبر مانا گیا ہے۔ اس کا اکثر حصہ دیکھنے پر میں نے ایک بھی منتر ایسا نہیں پایا جس میں خدا مخاطِب ہو۔ اور بندہ مخاطَب ہو۔ بلکہ ہر جگہ بندہ بولتا ہے اور اللہ تعالیٰ مخاطب ہوتا ہے۔ پس بقول پنڈت دیانند صاحب وہ خدا کا کلام نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اگر خدا کا کلام ہوتا تو اللہ تعالیٰ بولنے والا ہوتا۔ چنانچہ مثال کے طور پر ہم رگوید کے چند منتر ذیل میں درج کرتے ہیں جس سے ناظرین پر کھل جائیگا۔ کہ پنڈت صاحب قرآن شریف پر اعتراض کرتے وقت کسقدر حقگوئی کی طرف مائل تھے۔ چنانچہ رگوید اشٹک اول پہلا ادھیائے سکت اول کا منتر اول اسطرح شروع ہوتا ہے۔

۱۔ میں اگنی دیوتا کی جو ہوم کا بڑا گرو کارکن اور دیوتاؤں کو نذریں پہنچانے والا ہے۔ اور بڑا ثروت والا ہے۔ مہما کرتا ہوں۔

اب ہر ایک عقلمند غور کر سکتا ہے کہ جیسے قرآن شریف کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے۔ اسی طرح وید کا شروع بھی اس رنگ میں کیا گیا ہے۔ کہ بندہ بول رہا ہے اور خدا مخاطب ہے۔ پس جو انسان اس وید کے شروع میں اس منتر کو پڑھکر پھر بھی اُسے خدا کا کلام مانتا رہتا ہے۔ اور ہمیشہ ویدوں کی بڑائی کے گن گاتا رہتا ہے۔ کیسے شرم کی بات ہے۔ کہ جب قرآن شریف کی طرف آتا ہے۔ تو یہ بات اُسے تعجب میں ڈال دیتی ہے اور بے اختیار چلا اُٹھتا ہے کہ ایسا کلام خدا کا نہیں ہو سکتا۔ کاش! وہ یہ غور کرتا۔ اگر قرآن شریف ایسی چند آیتوں کی وجہ سے جو حکایتاً انسان سے بیان کی گئی ہیں خدا کا کلام نہیں ہو سکتا۔ تو وید جو سارے کا سارا اسی رنگ میں بیان کیا گیا ہے خدا کا کلام کیونکر ہو سکتا ہے۔ ہاں ایک صورت ہو سکتی ہے اور وہ یہ کہ وید کے کل منتروں کو خدا کا کلام تو مانا جاوے۔ لیکن یہ بھی یقین کیا جائے۔ کہ وید کے عقیدہ کی رو سے دو خدا ہیں۔ اور وید میں ایک خدا دوسرے خدا سے جو اس سے بڑا درجہ رکھتا ہے۔ ہمکلام ہے۔ لیکن آریہ صاحبان امید نہیں۔ کہ اس تجویز سے بھی متفق ہو سکیں۔

یہ تو ابتدا کا حال ہے لیکن رگوید کو کہیں سے کھول کر دیکھ لو۔ ہر جگہ بندہ خدا سے دعا کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ جس سے یقین ہوتا ہے۔ کہ وید ہرگز خدا کا کلام نہیں ہے۔ بلکہ وقتاً فوقتاً ہندوؤں کے بزرگوں نے جو دعائیں کی ہیں۔ ان کا مجموعہ ہے۔ ہم مختلف جگہوں سے چند اور مثالیں درج کرکے دکھلاتے ہیں۔ کہ رگوید میں ایک بھی منتر نہیں جس میں خدا متکلم ہو۔ اور بندہ مخاطب۔ چنانچہ انوکاء سکت ۲ کا پہلا منتر یوں ہے۔

میں اندر کے وہ بہادرانہ کام جو اس نے یعنی میگھ راج نے پہلے زمانہ میں کئے ہیں۔ بیان کرتا ہوں۔ اس نے بادل کو چیرا۔ اس نے مینہ برسایا۔ اس نے ان ندیوں کے واسطے جو پہاڑ سے آتی ہیں۔ راستہ بنایا۔

پھر انوکا ۱۲ سکت ۱ میں لکھا ہے۔

استھر اور بھولے دیوتا اے اگنی تیرے قدموں کے کھوج لگاتے ہوئے تیرے پیچھے ہولئے۔ جبکہ تُو نے اپنے تئیں کو پانی ہی کی نشیب میں اس طرح چھپا دیا۔ جیسے مویشی کا چور اپنے تئیں چھپاتا ہے۔ ان کو تیری اس لئے تلاش تھی۔ کہ تجھ سے وہ بھوگ کا دعویٰ کرتے تھے۔ اور چاہتے تھے کہ تو دیوتاؤں تک اس بھوگ کو پہنچائے۔ تمام دیوتا جو پوجا کے مستحق ہیں۔ تیرے پاس بیٹھ گئے۔

انوکا ۱۳ سکت ۱ میں یوں لکھا ہے۔

یگ میں جلدی جاکر آؤ۔ ہم اگنی کی مہما میں منتر پڑھیں۔ جو ہماری دور سے سُنتا ہے۔

اسی طرح ساتواں ادھیائے انوکا ۱۵ سکت ۲ میں ہے۔

تیری جو بڑا بلوان ہے۔ بڑی اور فہمند روشنی آسمان میں پھیل جاتی ہے۔ اے اگنی ہم نے تجھے روشن کیا ہے۔ ہمیں اپنی بے عیب اور رکشا کرنے والی کلاؤں سے بچا۔

میں نے یہ چند منتر مختلف جگہ سے اس لئے نقل کر دیئے ہیں کہ تا حق کے متلاشیوں کو معلوم ہو جائے۔ کہ رگوید سارے کا سارا اسی رنگ میں ڈوبا ہوا ہے۔ اور کہ پنڈت دیانند کو بقول مسیح اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آیا۔ اور دوسرے کی آنکھ کے خواہ مخواہ تنکے نکالنے کی فکر میں پڑ گئے۔

قرآن شریف ضرور تھا کہ بسم اللہ سے شروع ہوتا۔

اس کے بعد اب ہم یہ ثابت کرتے ہیں (انشاء اللہ) کہ ضرور تھا کہ قرآن شریف اسی آئت سے شروع ہوتا۔ اور اس آیت سے شروع ہونا قرآن شریف کے لئے کوئی عیب کی بات نہیں بلکہ اس کی سچائی کا ثبوت ہے۔

جب کوئی کام کبھی انسان شروع کرتا ہے تو دو قسم کی اغراض اس کے مدنظر ہوتی ہیں۔ یا نیک یا بد۔ بعض لوگ بد نیتی سے کام شروع کرتے ہیں اور بعض نیک نیتی سے۔ اسی طرح بعض اپنی ذاتی اغراض کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے نفس پر یا دوسرے اسباب پر بھروسہ رکھتے ہیں اور خدا کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔ لیکن غور کرکے دیکھا جائے تو ماننا پڑتا ہے کہ اس کلام میں برکت ہو سکتی ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت ہے کیسے شرم کی بات ہے کہ ایک آدمی خدا تعالیٰ کے بنائے ہاتھوں سے کام کرے

اسی فائدہ کو مدنظر رکھکر اللہ تعالیٰ نے بھی ابتدائے قرآن میں سورہ فاتحہ نہائت ہی پاک اور بے عیب الفاظ میں انسان کو سکھائی ہے۔ تاکہ وہ اس کے ذریعہ سے اپنے ہر قسم کے مطالب کو اللہ تعالیٰ سے طلب کرے۔ پس اس پر اعتراض کرنا تعصب نہیں تو اور کیا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس دعا کی وجہ سے مسلمان ہر ایک مذہب پر غالب ہیں۔ اور کوئی مذہب نہیں جو اپنے پیروؤں کو ایسی پاک اور جامع دعا سکھاتا ہو۔ جس میں مختصر الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی کل صفات کا بیان بھی ہو۔ بندوں اور انسان کے تعلقات بھی بیان کئے گئے ہوں۔ پھر انسانوں کے آپس کے تعلقات بھی مذکور ہوں۔ اور پھر ایک جامع و مانع دعا بھی ہو۔ یہ ایک اسلام اور صرف اسلام ہی ہے۔ جس میں اپنے پیروؤں کو اس کامل دعا کا ہتھیار دیا گیا ہے۔ اور چونکہ دعا کے ماتحت ہی نتائج نکلتے ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کی طرح کوئی قوم خدا تعالیٰ سے نیک ثمرات کی امیدوار نہیں ہو سکتی۔

وید خدا کا کلام نہیں؟ یہاں تک یہ ثابت کرنے کے بعد کہ چونکہ انسان دعا میں اپنے الفاظ میں پوری طرح محتاط نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سورہ فاتحہ ایک کامل دعا سکھلائی ہے اور یہ کہ اس کی مثال دنیاوی گورنمنٹوں کے انتظام میں بھی ملتی ہے میں یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ پنڈت صاحب نے جو اعتراض قرآن پر کیا ہے۔ وہی وید پر الٹ کر پڑتا ہے۔ اور قرآن شریف میں تو صرف ایک قلیل حصہ ہے۔ جو بطور حکایت از انسان بیان کیا گیا ہے۔ لیکن وید سارے کا سارا اس الزام کے نیچے ہے۔ اور چونکہ پنڈت صاحب اس بات کو قبول کرتے ہیں۔ کہ جس کلام کا کوئی حصہ انسان سے حکایتاً بیان ہو۔ وہ الٰہی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ انسانی کلام ہوتا ہے اس لئے ان کے پیروؤں کو لازماً اقرار کرنا پڑیگا۔ کہ وید خدا کا کلام نہیں۔ چنانچہ رگوید جو سب ویدوں میں معتبر مانا گیا ہے۔ اس کا اکثر حصہ دیکھنے پر میں نے ایک بھی منتر ایسا نہیں پایا جس میں خدا مخاطِب ہو۔ اور بندہ مخاطَب ہو۔ بلکہ ہر جگہ بندہ بولتا ہے اور اللہ تعالیٰ مخاطب ہوتا ہے۔ پس بقول پنڈت دیانند صاحب وہ خدا کا کلام نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اگر خدا کا کلام ہوتا تو اللہ تعالیٰ بولنے والا ہوتا۔ چنانچہ مثال کے طور پر ہم رگوید کے چند منتر ذیل میں درج کرتے ہیں۔ جس سے ناظرین پر کھل جائیگا۔ کہ پنڈت صاحب قرآن شریف پر اعتراض کرتے وقت کس قدر حقگوئی کی طرف مائل تھے۔ چنانچہ رگوید اشٹک اول پہلا ادھیائے سکت اول کا منتر اول اس طرح شروع ہوتا ہے۔

۱۔ میں اگنی دیوتا کی جو ہوم کا بڑا گرو کارکن اور دیوتاؤں کو نذریں پہنچانے والا ہے۔ اور بڑا ثروت والا ہے۔ مہما کرتا ہوں۔

اب ہر ایک عقلمند غور کر سکتا ہے کہ جیسے قرآن شریف کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے۔ اسی طرح وید کا شروع بھی اس رنگ میں کیا گیا ہے۔ کہ بندہ بول رہا ہے اور خدا مخاطب ہے۔ پس جو انسان اس وید کے شروع میں اس منتر کو پڑھ کر پھر بھی اُسے خدا کا کلام مانتا رہتا ہے۔ اور ہمیشہ ویدوں کی بڑائی کے گن گاتا رہتا ہے۔ کیسے شرم کی بات ہے۔ کہ جب قرآن شریف کی طرف آتا ہے۔ تو یہ بات اُسے تعجب میں ڈال دیتی ہے اور بے اختیار چلا اُٹھتا ہے کہ ایسا کلام خدا کا نہیں ہو سکتا۔ کاش! وہ یہ غور کرتا۔ اگر قرآن شریف ایسی چند آیتوں کی وجہ سے جو حکایتاً انسان سے بیان کی گئی ہیں خدا کا کلام نہیں ہو سکتا۔ تو وید جو سارے کا سارا اسی رنگ میں بیان کیا گیا ہے خدا کا کلام کیونکر ہو سکتا ہے۔ ہاں ایک صورت ہو سکتی ہے اور وہ یہ کہ وید کے کل منتروں کو خدا کا کلام تو مانا جائے۔ لیکن یہ بھی یقین کیا جائے۔ کہ ویدک عقیدہ کی رو سے دو خدا ہیں۔ اور وید میں ایک خدا دوسرے خدا سے جو اس سے بڑا درجہ رکھتا ہے۔ ہم کلام ہے۔ لیکن آریہ صاحبان امید نہیں۔ کہ اس تجویز سے بھی متفق ہو سکیں۔

یہ تو ابتدا کا حال ہے لیکن رگوید کو کہیں سے کھول کر دیکھ لو۔ ہر جگہ بندہ خدا سے دعا کرتا ہوا نظر آتا ہے جس سے یقین ہوتا ہے۔ کہ وید ہرگز خدا کا کلام نہیں ہے۔ بلکہ وقتاً فوقتاً ہندوؤں کے بزرگوں نے جو دعائیں کی ہیں۔ ان کا مجموعہ ہے۔ ہم مختلف جگہوں سے چند اور مثالیں درج کر کے دکھلاتے ہیں۔ کہ رگوید میں ایک بھی منتر نہیں جس میں خدا متکلم ہو۔ اور بندہ مخاطب۔ چنانچہ انوک ۷ سکت ۲ کا پہلا منتر یوں ہے۔

میں اندر کے وہ بہادرانہ کام جو اس نے یعنی میگھ راج نے پہلے زمانہ میں کئے ہیں۔ بیان کرتا ہوں۔ اس نے بادل کو چیرا۔ اس نے مینہ برسایا۔ اس نے ان ندیوں کے واسطے جو پہاڑ سے آتی ہیں۔ راستہ بنایا۔

پھر انوک ۱۲ سکت ۱ میں لکھا ہے۔

استھر اور بھولے دیوتا اے اگنی تیرے قدموں کے کھوج لگاتے ہوئے تیرے پیچھے ہو لئے۔ جبکہ تُو نے اپنے تئیں کو پانی ہی کی نشیب میں اس طرح چھپا دیا۔ جیسے مویشی کا چور اپنے تئیں چھپاتا ہے۔ ان کو تیری اس لئے تلاش تھی کہ تجھ سے وہ بھوگ کا دعویٰ کرتے تھے۔ کہ تو دیوتاؤں تک اس بھوگ کو پہنچائے۔ تمام دیوتا جو پوجا کے مستحق ہیں۔ تیرے پاس بیٹھ گئے۔

انوک ۱۳ سکت ۱ میں یوں لکھا ہے۔

یگ میں جلدی جاکر آؤ۔ ہم اگنی کی مہما میں منتر پڑھیں۔ جو ہماری دور سے سُنتا ہے۔

اسی طرح ساتواں ادھیائے کے انوک ۱۵ سکت ۲ میں ہے۔

تیری جو بڑا بلوان ہے۔ بڑی اور فتحمند روشنی آسمان میں پھیل جاتی ہے۔ اے اگنی ہم نے تجھے روشن کیا ہے۔ ہمیں اپنی بے عیب اور رکشا کرنے والی کلاؤں سے بچا۔

میں نے یہ چند منتر مختلف جگہ سے اس لئے نقل کر دیئے ہیں کہ تا حق کے متلاشیوں کو معلوم ہو جائے۔ کہ رگوید سارے کا سارا اسی رنگ میں ڈوبا ہوا ہے۔ اور کہ پنڈت دیانند کو بقول مسیح اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آیا۔ اور دوسرے کی آنکھ کے خواہ مخواہ تنکے نکالنے کی فکر میں پڑ گئے۔

قرآن شریف ضرور تھا کہ بسم اللہ سے شروع ہوتا۔

اس کے بعد اب ہم یہ ثابت کرتے ہیں (انشاء اللہ) کہ ضرور تھا کہ قرآن شریف اسی آئت سے شروع ہوتا۔ اور اس آیت سے شروع ہونا قرآن شریف کے لئے کوئی عیب کی بات نہیں۔ بلکہ اس کی سچائی کا ثبوت ہے۔

جب کوئی کام بھی انسان شروع کرتا ہے تو دو قسم کی اغراض اس کے مدنظر ہوتی ہیں۔ یا نیک یا بد۔ بعض لوگ بدنیتی سے کام شروع کرتے ہیں اور بعض نیک نیتی سے۔ اسی طرح بعض اپنی ذاتی اغراض کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے نفس پر یا دوسرے اسباب پر بھروسہ رکھتے ہیں اور خدا کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔ لیکن غور کر کے دیکھا جائے تو ماننا پڑتا ہے کہ اس کلام میں برکت ہو سکتی ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت ہے کیسے شرم کی بات ہے کہ ایک آدمی خدا تعالیٰ کے بنائے ہاتھوں سے کام کرے

اسی کے دیئے ہوئے پیروں سے چلے۔ اُسی کی عطا کردہ آنکھوں سے دیکھے۔ دماغ سے غور کرے اور پھر اپنے نفس پر جبر کرے۔ پھر بعض دفعہ یوں بھی ہو جاتا ہے۔ کہ انسان اول تو نیک نیتی سے کام شروع کرتا ہے۔ بعد میں نیت بدل جاتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہم کو سکھایا کہ قرآن شریف پڑھنے سے پہلے بسم پڑھنی چاہیئے۔ اور ہر ایک سورة [illegible] نازل فرما کر انسان پر یہ لازم کر دیا کہ ابتدا اسی آیت سے ہو۔ پھر حدیث کے ذریعہ ہر ایک بڑے کام سے پہلے اس کا پڑھنا سنت ہوا۔

اس آیت کے یہ معنی ہیں۔ کہ میں یہ کام اپنے نفس کے لئے نہیں کرتا۔ اور کوئی گندی اور ناجائز خواہشات کو دل میں چھپائے ہوئے شروع نہیں کرتا۔ بلکہ میں اللہ تعالیٰ کا نام لیکر اور اسی پر بھروسہ کرکے اور اسی سے اس بات کی مدد مانگتے ہوئے کہ وہ مجھے ہر ایک قسم کی بدنیتوں اور شرارتوں سے بچائے شروع کرتا ہوں۔ اب بتلاؤ کہ کیا یہ پاک الفاظ اس قسم کے ہیں جن پر اعتراض ہو سکے۔ ان مختصر سے الفاظ میں کیسے معارف بھر دیئے گئے ہیں۔ کہ کوئی کتاب ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ وید کا ابتدا بھی میں اوپر درج کر چکا ہوں کہ آگ کی تعریف سے شروع ہوتا ہے۔ توریت و انجیل کی ابتدا بھی نظروں سے پوشیدہ نہیں۔ پھر قرآن شریف کے ابتدا کو بھی دیکھو کہ کس طرح ہوا ہے۔ اور پھر غور کرو کہ کیا یہ خدا کا کلام ہے۔ یا وہ ان تین چار الفاظ میں کس طرح اول انسان کو اپنی نیت صاف رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پھر خالص خدا پر بھروسہ رکھنے کا حکم ہے۔ پھر یہ ہدایت ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ سے ہر ایک کام کے شروع میں مدد اور استعانت طلب کرنی چاہیئے۔ تا کہ انسان راہ سے گمراہ نہ ہو جائے اور جادۂ اعتدال سے اس کا پاؤں دوسری طرف نہ پھر جائے۔ کیا اس کلام کی نسبت یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ یہ خدا کا کلام نہیں۔ تو پھر اور کونسا کلام ہو سکتا ہے۔ جسے خدا کا کلام کہا جائے۔

پھر اسی آیت پر پنڈت صاحب دوسرا اعتراض یوں کرتے ہیں کہ اگر اس آیت کے یہ معنی مان لیئے جائیں۔ کہ انسان کو حکم ہے۔ کہ تو ہر ایک کام کے ابتداء میں یہ آیت پڑھا کر۔ تو پھر گناہوں کا ابتدا بھی اسی آیت سے لازم آئیگا۔ چنانچہ اسی وجہ سے مسلمان گائے وغیرہ کے ذبح کے وقت یہ الفاظ کہتے ہیں۔

جواب اول۔ اللہ تعالیٰ نے اس جگہ قطعاً یہ بیان نہیں فرمایا۔ کہ ہر ایک کام کے ابتدا کے وقت یہ آیت استعمال کی جائے۔ بلکہ یہاں تو صرف سورہ فاتحہ کی ابتدا میں بیان فرمائی ہے۔

جواب دوم۔ جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں۔ یہ آیت تو ابتداً قرآن میں اس لئے رکھی گئی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ الٰہی تو مجھے ہر ایک بدی سے محفوظ رکھ۔ اور گناہ سے بچا۔ اور میں سب قسم کی غلط کاریوں میں پڑنے سے بچنے کے لئے تیرے نام سے برکت طلب کرتا اور تیری استعانت کا خواہاں ہوں۔ پھر یہ آیت گناہ کی ابتدا میں کس طرح پڑھی جا سکتی ہے۔

جواب سوم۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اسلام میں بدیوں کو اور گناہوں کو جائز قرار دیا ہوتا تب تو یہ اعتراض پڑتا۔ لیکن جب کہ اسلام کا خدا ہر ایک مسلمان کو قطعی حکم دیتا ہے۔ کہ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یعنی اے انسان اللہ تعالیٰ عدل اور احسان اور قریبیوں کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم کرتا ہے۔ اور ایسی باتوں سے جو فحش ہوں۔ جو لوگوں کے لئے ایذا رساں ہوں جن سے حکام یا ماتحتوں کے حقوق تلف ہوتے ہوں۔ منع کرتا ہے۔ تو باوجود ایسے صریح حکم کے جو شخص بدیوں میں مُبتلا ہے۔ وہ مسلمان کب رہ سکتا ہے۔ اور اس کے کا اسلام پر کیا الزام۔ جانور وغیرہ ذبح کرنے کے متعلق آگے چل کر بحث کریں گے کہ یہ ظلم ہے یا نہیں؟

(محمودؔ)

سلسلہ عالیہ احمدیہ کے متعلق نوٹ اور خبریں

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہٖ کی عام صحت اچھی ہے۔ زخم برنگ ناسور تھوڑا سا باقی ہے۔ اس ہفتہ آپ نے ایک دانت نکلوا لیا جس کے سبب بہت سا خون نکل گیا۔ اس کی وجہ سے ایک رات دن ضعف شدید رہا۔ بخار بھی ہو گیا۔ اس وقت کہ میں یہ سطور لکھ رہا ہوں (۵ نومبر ۱۹۱۱ء کو) آپکی صحت الحمد للہ اچھی ہے۔ بدستور اپنے مشاغل تعلیم و تدریس و تلقین و اصلاح جماعت میں مصروف ہیں۔

سیالکوٹ کی انجمن کا سالانہ جلسہ ایک مہینے سے زائد عرصہ ہوتا ہے کہ ہو چکا ہے۔ میرے مکرم بھائی مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر بدر نے جلسہ کی رپورٹ اجمالی رنگ میں درج کر دی ہے۔ جلسہ کی تقریریں غالباً سیالکوٹ کی جماعت ایک رسالہ کی صورت میں شائع کریگی۔ سالانہ جلسوں کا سوال الحکم میں گذشتہ سالوں میں چھیڑا تھا اور اس کے مفاد اور مصارف کی نسبت بتا کر دکھایا گیا تھا کہ سالانہ جلسوں کے مقابلہ میں واعظین کا مستقل تقرر زیادہ مفید اور مؤثر ہو سکتا ہے اور سالانہ جلسے زیادہ تر نمائش کا رنگ لے لیتے ہیں۔ اس وقت اس رائے سے ہمارے بعض احباب دوستوں نے بھی اتفاق کیا تھا۔ بہر حال مجھے اور ہر احمدی کو خوشی ہے کہ جلسہ کامیابی سے ہوا بیان کیا جاتا ہے گو میں کامیابی کا کوئی معیار نہیں بتا سکتا اور نہ ہمارے کسی دوست نے ابتک بتایا کہ کامیابی کن معنوں میں لی جاتی ہے سیالکوٹ کی جماعت اپنے حسن انتظام اور ترتیب کے لئے فی الواقعہ قابل تقلید جماعت ہے اور قادیان کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جس مقام کو پسند کیا وہ سیالکوٹ ہے اس لئے سیالکوٹ کے ساتھ ہمیں خاص محبت اور وہاں کے بزرگوں کے لئے میرے دل میں خاص عزت ہے اس لئے بھی کہ سیالکوٹ کی سرزمین نے

اپنا قیمتی فرزند

سلسلہ احمدیہ کی نذر کیا جس کی قربانی ایک بے نظیر قربانی تھی اور اللہ تعالیٰ نے اسے مسلمانوں کا لیڈر رکھا۔ مگر میں سیالکوٹ کی جماعت کی اس غلطی کو قابل عزت نہیں سمجھتا جو اس نے ایک غیر احمدی کو کسی جلسہ کا پریسیڈنٹ بنانے میں کی یہ ایک بُری نظیر ہے جو وہاں سے قائم ہوئی ہے میں برادرم صادق کی رائے سے بالکل متفق ہوں جو اُس نے جلسہ کے حالات لکھتے ہوئے "ہمارے پریسیڈنٹ کون ہوں" "ہمارے امام کون ہوں" کے عنوان سے دو نوٹ لکھے ہیں۔ ہمارے دلوں سے محض تعریفی الفاظ سُننے کی خواہش سلب ہو جانی چاہیئے۔ اور اگر کوئی شخص محض اخلاص اور اصلاح کے خیال سے کسی غلطی پر آگاہ کرے تو اسے ہدف ملامت بنانے کے بجائے دیکھنا چاہیئے کہ جو کہتا ہے وہ کہاں تک سچ ہے۔ ہمارے جلسوں میں ہمارے اپنے میر مجلس ہوں اور وہی حق رکھتے ہیں کہ صدارت کی کرسی پر بیٹھیں غیر احمدی خواہ وہ کیسے ہی معزز مقتدر اور ہم سے محبت رکھنے والے بھی کیوں نہ ہوں۔ آخر وہ غیر احمدی ہیں۔ اور احمدی اور غیر احمدی میں جو لفظ غیر بالامتیاز ہے۔ وہ ہر حالت میں قابل غور ہے۔ سیالکوٹ کی جماعت نے اس جلسہ میں جو قابل قدر اور قابل تقلید نمونہ دکھایا ہے۔ بڑی ہی ناانصافی ہوگی اگر

اس کا ذکر نہ کیا جاوے وہ یہ ہے کہ ہر شخص جس کام پر مقرر کیا گیا تھا اس نے اپنے فرض کی سرانجام دہی کو لیکچروں کے سننے پر مقدم کیا۔ یہ نظیر فی الحقیقت قابل قدر ہے اور اس کی قدر یہی ہے۔ کہ ہمارے ہر قسم کے جلسوں میں ناظمین اس سے سبق لیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بڑا عظیم الشان حربہ قلم کا دیا گیا تھا اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام سلطان القلم رکھا اس کی ضرورت بھی تھی کیونکہ یہ زمانہ قلم کا زمانہ ہے۔ لوہا جو انسان کے لئے نہایت مفید چیز ہے۔ جہاں خطرناک آلات حرب و ضرب اس کے ذریعہ حفاظت خود اختیاری کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ اس زمانہ میں قلم بھی اسی سے بننے لگے۔ اسی قلم پر ناز کر کے ایک موقعہ پر سلطان القلم نے لکھا ہے۔

سیف کا کام قلم سے ہے دکھایا ہم نے

ہمارے خلیفۃ المسیح رض کو جو مجاہدات حضرت مسیح موعودؑ نے بتلائے ان میں سے دو قلم ہی کے مجاہدے تھے غرض ہمارے دوستوں کو قلم سے کام لینا چاہئے اور وہ لوگ بڑے ہی مبارک اور قابل قدر ہیں۔ جو اس ہتیار کو چلاتے رہتے ہیں۔ ہمارے دوستوں میں سے منشی ظہیر الدین صاحب سابق اسسٹنٹ ایڈیٹر الحکم ایک قابل قدر نوجوان ہیں۔ ان کا قلم چلتا رہتا ہے اور اچھے اچھے نکات اس سے نکلتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح رض نے بھی آپ کی بعض تالیفات کو بہت پسند کیا ہے۔ "وید کے ظہور میں فتور" نامی رسالہ کو نہائت قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ حال میں منشی صاحب نے نبی اللہ کا ظہور کا پہلا حصہ شائع کیا ہے جس پر بہت ہی مبسوط ریویو ریویو آف ریلیجنز کے قابل اور واجب الاحترام ایڈیٹر

مولوی شیر علی صاحب بی۔ اے نے لکھا ہے

اور میں اس پر کچھ بھی مستزاد نہیں کر سکتا۔ حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ کی حقیقت اور معیار الصادقین اور آیۃ خاتم النبیین کی تفسیر نہائت ہی لطیف بیان کی ہے اور بڑی جرأت کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی حقہ کو بیان کیا ہے۔ یہ ان کی ایمانی معرفت کا نتیجہ ہے۔ یہ مختصر سا رسالہ نہائت پُر شوکت عبارت میں لکھا گیا ہے اس کی قیمت صرف ۵ ہے جو حاجی الٰہی بخش رحیم بخش تاجران کتب گجرات پنجاب سے مل سکتا ہے۔ میں اس رسالہ کی تالیف پر اپنے نوجوان معزز بھائی کو مبارکباد دیتا ہوں۔ کہ

اللہ تعالیٰ ان کے قلم میں بیش از بیش قوت عطا کرے کہ وہ حق کی حمائت میں لکھتے رہیں۔

سالانہ جلسہ کے متعلق انجمن کی طرف سے ابھی کوئی نوٹس شائع نہیں ہوا۔ دسمبر کے اوائل میں جلسہ تاجپوشی دہلی کی تقریب ہوگی۔ اس لحاظ سے اگر اس سال جلسہ کو ایسٹر کی تعطیلات پر ملتوی کر دیا جاوے۔ تو شائد غیر مناسب ہوگا۔ ابھی معلوم ہوا ہے کہ انجمن نے دسمبر کی مقررہ [illegible]

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہٖ نے لنگرخانہ کی طرف قوم کو توجہ دلائی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشتہار کی تجدید فرمائی ہے۔ جس میں حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا تھا کہ جو شخص ۳ ماہ تک متواتر چندہ نہ دے اسے خارج کر دیا جاویگا۔ جماعت کی خاص توجہ کے قابل یہ اشتہار ہے اگلی اشاعت میں پورا چھاپ دیا جاویگا وباللہ التوفیق۔

ماسٹر عبد الرحیم صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں حضرت کے ارشاد کے ماتحت اکونہ سے قادیان کے مدرسہ تعلیم الاسلام میں آئے تھے افسوس ہے انہیں بعض مجبوریوں کی وجہ سے بٹالہ ملازمت کرنی پڑی۔ ماسٹر صاحب نے اس تعلق جدید کو بخوشی قبول نہیں کیا بلکہ سکول کے دور جدید میں جہاں ماسٹر ضیاء اللہ صاحب ماسٹر محمد یوسف صاحب کو کسی نہ کسی وجہ سے الگ ہونا پڑا اور بعض اساتذہ کو اپنی ترقی تعلیم کے خیال سے سکول سے علیحدگی اختیار کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ ماسٹر صاحب کو بھی کسی ایک یا دوسری وجہ سے بٹالہ پہنچایا۔ اس میں کلام نہیں کہ عاشق صادق کی طرح انہوں نے صبر سے کام نہ لیا۔ مگر

وہ اپنی بھلائی کو مجھ سے زیادہ سمجھتے ہیں

بہرحال امید ہے کہ وہ اپنے قومی سکول کے لئے نیکی اور ایثار کے خیالات کو نہ بھولیں گے۔

احباب سید گلزار حسین احمد کاتب الحکم کیلئے خصوصیت سے دعا کریں [illegible]

کلام امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فرمایا۔ انسان دو چیزوں سے مرکب ہے۔ ایک وہ جن میں دخل انسانی کچھ بھی نہیں۔ دوسری وہ چیز جس پر انسان کا تصرف ہے شریعت اسی حصہ کیلئے ہے جس پر انسانی تصرف ہے۔ مثلاً ایک زبان ہی کو لو۔ کہ اس میں دو قوتیں ہیں۔ ایک تو ذائقہ دریافت کرنے کی دوسرے بولنے کی۔ شریعت میں یہ نہ ہوگا کہ زبان سے نمک کو میٹھا ثابت کرو۔ بلکہ یہ ہوگا کہ جھوٹ مت بولو۔ گالی مت دو۔

فرمایا۔ هُوَ الْاَوَّلُ وَهُوَ الْاٰخِرُ کے معنی یہ ہیں کہ جیسا کہ ایک مخلوق اپنی ابتدا میں اس کا (یعنی اللہ کا) محتاج ہے۔ ویسا ہی بقاء و انتہا میں بھی اس کا محتاج ہے۔ یہ معنی غلط ہیں۔ کہ وہ (یعنی اللہ) مخلوق کے پہلے تھا اور جب کل مخلوق فنا ہو جائیگی۔ تب وہی ہوگا۔ اس سے تو جنت کی نعمار کی حقیقت فانی ہی رہ جاتی ہے۔

فرمایا ہمارے مقابلہ میں مخالفوں نے ناخنوں تک زور لگائے پھر دیکھتے ہو۔ اس بستی میں جہاں کوئی دلچسپی نہیں کہاں کہاں کے لوگ جمع کر دیئے ہیں اور جمع کر رہا ہے۔

فرمایا۔ ابلیس اس کو کہتے ہیں۔ جس کی ذات میں بدی ہو۔ پھر جب وہ اپنی بدی دوسرے تک پہنچاتا ہے۔ تو اس کا نام شیطان ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں جہاں کہیں یہ دونوں لفظ آئے ہیں۔ انہیں دونوں خصوصیتوں کے لحاظ سے آئے ہیں۔

فرمایا۔ کہ حضرت صاحب سے میں نے مجاہدہ کیلئے پوچھا تو کہا کہ فصل الخطاب لکھو۔ پھر پوچھا تو فرمایا کہ تصدیق براہین احمدیہ لکھو۔ پھر پوچھا تو فرمایا کہ ایک کوڑھی کو اپنے مکان میں رکھ کر علاج کرو۔ وہ مریض بھی بڑا ہی نیک انسان تھا۔ اس نے کہا کہ میرا علاج نہ کرو۔ کیونکہ جب تک مجھ کو مرض ہے۔ اُس وقت تک تنہائی میسر ہے۔ اور خدا سے دعا کرنے کے لئے جوش پیدا ہوتا ہے۔ مگر میں نے کہا کہ میں بھی مجبور ہوں۔ کیونکہ میرے امام کا حکم ہے حقیقت حال یہ ہے کہ مصیبت بھی بڑے بڑے فضلوں کا باعث

ہو جاتی ہے۔

فرمایا میری خالہ کے دوسرے کا مقدمہ تھا اُس نے مجھے دعا کیلئے کہا کہ دعا فرمایئے کہ مقدمہ کسی انگریز کے اجلاس میں پیش ہو۔ ہندوستانی حاکم اکثر رشوت خوار ہوتے ہیں میں نے بہت کہا کہ ایسی دعا نہ کراؤ بلکہ یہ دعا کراؤ کہ خدا مدد کرے۔ مگر اُس نے نہ مانا۔ خدا کی شان کہ انگریز ہی کے اجلاس میں مقدمہ پیش ہو گیا۔ فریق ثانی نے کسی کسی سے سفارش کرا دی۔ اور مقدمہ اس کے حسب خواہ فیصل ہو گیا۔ پھر اپیل میں بھی اسی وجہ سے کہ اول فیصلہ ایک انگریز حاکم کا تھا اسی کو کامیابی ہوئی۔ اُسی کو کامیابی ہوئی۔ اسی سے سبق ملتا ہے کہ خدا [illegible]

خدا اور اُس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم

(از جناب مولوی سراج الدین احمد خان صاحب مرحوم ایڈیٹر زمیندار)

یا فتاح

اے جمال بے مثالی نقش بر آب روان
... ... از ہر بن مو صد زبان
اے بسا دل غرق بحر حیرت اندر کنہ تو
وے بسا سر اندریں سر سر بسر وہم و گمان
اے بسا سحبان بہ بزم ذکر وصفت گنگ کر
وے بسا لقمان بہ رمز حکمت قاصر بیان
اے بسا اسکندر و دارا بدرگاہت گدا
وے بسا رستم بہ میدان تو زال ناتوان
حسن خوبان آیتے از حسن مہر افزائے تو
واز محبت ہائے تو رمزے وفائے عاشقان
ہر گل بلبل شہادت بر وجود پاک تو
خندہ گل میدہد از حسن صنع تو نشان
مظہر فیض جمالت رونق فصل بہار
مصدر شان جلالت نطمۂ باد خزان
آفتاب خاوری یک ذرۂ از نور تو
کمترین مشت غبار استانت کہکشان
گردش افلاک بر زور قوائے تو گواہ
وسعت قدرت عیاں از فرش و عرش اعلی
آنچہ مے شنوم بہ ذکر تست سر گرم مقال
وانچہ مے بینم بہ حمد و مدح تو رطب اللسان
مے فتد بر ہر بن موئے تن خود چوں نظر
دم بدم فوارۂ فیض تو مے بینم رواں
بحر را از بہر ما کردی تو کان لعل و زر
آسماں را ز ابر و باراں کردۂ گوہر فشاں
از نباتات زمیں گستردۂ خوان کرم
شکر نعمت ہائے تو از ما ادا گردد چساں
باز گردد گر زحال ما نگاہ لطف تو
ایں ہمہ ہیچ است جسم و پیکر و روح و رواں
کارساز ما ز بہر کار ما پیدا کنی
ابر و باد و ماہ و خورشید و زمین و آسمان
چشم و گوش ما نمودی مہبط اسرار غیب
مظہر راز کمالت کردہ کام و زبان
دست ہائے ما زبان ہا در ثنا و وصف تو
پائے ہائے ما زمانی کاریت نقش رواں
چوں معاش ما بطرز احسن اتمامے گرفت
ہم معاد ما نمودی بہتر و برتر ازاں
ساختی در یوم محشر چارہ ساز کار ما
احمد مرسل شفیع المذنبین خیر الورا
آنکہ نور اوست عنوان بیاض اولیں
وانکہ نام اوست نقش خاتم اوراق دیں
آنکہ در شانش شہ کون و مکان لولاک گفت
وانکہ در اوصافش آمد رحمۃ اللعالمیں
آنکہ ذاتش بود زیب مسند پیغمبری
پیش ازاں کیں قصر برافراختند از ماء و طیں
آنکہ یادش حرز جاں آدم و حوا بدہ
وانکہ روحش ناخدائے کشتی نوح امیں
آنکہ ابراہیم از بہر تمنا نمود
وانکہ مے خواندش سلیماں دل ربائے نازنیں
آنکہ موسیٰ امتِ خود را بشارت داد ازو
گفت عیسیٰ نام او تسکیں دلہائے حزیں
مے سزد در حضرت معراج شاہ دو جہاں
از پئے خود گر مگس رانی کند روح الامیں
شمۂ از خلق شیرینش چو شد زیب رقم
شد مداد اندر دوات من سراسر انگبیں
چوں ز حلم و عزم او خرش نکتۂ کردم بیاں
شد وقار کاہِ کلکِ من از کوہ متیں
مست شادی مرگ مے بینم گناہ و جرم
تا شنیدم نام والائش شفیع المذنبیں
از جمالش روز روشن شد شب تار عرب
واز کمالش در عجم ہم نکتہ سنجاں خوشہ چیں
فیض او بنگر شتربانان جہاں باناں شدند
خانہ جنگاں ہم شدہ جنگ آزمائے روم و چیں

کلام امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فرمایا لوگ جو کہتے ہیں کہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت نہیں ہے صرف قرآن کریم کافی ہے۔ وہ غلط ہے۔ صرف نماز ہی کو لو۔ تو اگر سنت رسول کے لحاظ سے اس کی خاص نوعیت نہ سمجھی جائے تو عربوں کی نماز تو (ما کان صلوتھم الا مکاء و تصدیہ) صرف تالیاں لگانی اور سیٹیاں بجانی ہی تھی۔ جس کا ذکر خود قرآن کریم میں ہے پس عربی لغت کی رو سے تو وہی سیٹیاں بجانی اور تالیاں لگانی ہی نماز ہو گی۔

فرمایا۔ کہ آدم خلیفۃ اللہ تھا۔ یہ غلط ہے قرآن کریم میں کہیں ایسا نہیں آیا اللہ تعالیٰ کا کوئی خلیفہ (جانشین) نہیں ہو سکتا۔

فرمایا۔ ریا بھی ایک رنگ میں جائز ہوتا ہے۔ مثلاً حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ممبر پر نماز پڑھ کر دکھلائی۔ کہ یوں نماز پڑھی جاتی ہے۔ تاکہ سب دیکھ لیں۔ مطلب یہ کہ بہت نیک ہو۔

خطبہ عید

بروز عید الفطر - ۲۵ ستمبر ۱۹۱۱ء

(حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا وعظ)

(بعد نماز عید - در مسجد اقصیٰ)

اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم - اذ قال الحواریون یٰعیسی ابن مریم ھل یستطیع ربک ان ینزل علینا مائدۃ من السماء قال اتقوا اللہ ان کنتم مومنین۝ قالوا نرید ان ناکل منھا و تطمئن قلوبنا و نعلم ان قد صدقتنا و نکون علیھا من الشٰھدین۝ قال عیسی ابن مریم اللّٰھم ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء تکون لنا عیدا لاولنا واٰخرنا و اٰیۃ منک وارزقنا وانت خیر الرّٰزقین۝ قال اللہ انی منزلھا علیکم فمن یکفر بعد منکم فانی اعذبہ عذابا لا اعذبہ احدا من العٰلمین۝

انسان اپنے نفس کی خوشی کے لئے بہت سی مختلف خواہشات اپنے اندر رکھتا ہے۔ وہ چاہتا ہے اُسے آرام ملے۔ سکون حاصل ہو۔ عزت ہو۔ خوشی ہو۔ راحت ہو۔ فرحت ہو۔ ان خواہشات کو پورا کرنے کے واسطے وہ مختلف طرز کی کوششیں کرتا ہے اور ہر قسم کے سامان مہیا کرتا ہے۔ دانا لوگوں نے جب فطرت انسانی کا مطالعہ کیا اور دیکھا کہ ان خواہشات کا پورا کرنا انسان کی فطرت میں داخل ہے تو انہوں نے ایسی تدابیر سوچیں جن سے یہ فطری تقاضا بھی پورا ہو۔ اور کوئی مفید مطلب نتیجہ بھی نکل آئے اس کوشش کی سب سے چھوٹی مثال گڑیوں کے کھیل میں پائی جاتی ہے جب دیکھا گیا کہ لڑکیوں میں قدرتاً کھیل کی طرف میلان ہے تو ان کے واسطے ایک ایسا کھیل ایجاد کیا گیا۔ جو نہ صرف تفریح کا کام دے اور قوے کی نشوونما میں مدد دے۔ بلکہ ان کی تعلیم تربیت کا موجب ہو جائے۔ گڑیوں کا کھیل ایسا ہے کہ اس میں لڑکیاں سینا۔ پرونا۔ کھانا۔ پکانا اور آئندہ زندگی کے تمام ضروری حالات سے واقف ہو جاتی ہیں۔ کبھی گڑیا کا پاجامہ سیا جا رہا ہے کبھی اس کا کرتا بن رہا ہے۔ پھر گڑیا کا بیاہ ہوتا ہے۔ اس طرح کھیل ہی ہی اُن کا تمام چال چلن سنوارا جاتا ہے۔ ان کے خیالات میں ترقی ہوتی ہے۔ ان کے نشوونما میں مدد ملتی ہے۔

یہ تو انسانی تدابیر کا نتیجہ ہے۔ مگر انسان کیا اور اس کے ذہنی قویٰ کیا۔ جب اللہ تعالیٰ اس طرح انسان کے فطرتی تقاضا کو پورا کرنے کے واسطے کوئی مفید حکمت بتلاتا ہے۔ تو وہ بہت ہی اعلیٰ بات ہوتی ہے۔ اور اس میں بڑے بڑے فوائد نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ چونکہ خود خالق ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ انسان کی فطرت میں بھی یہ بات رکھی گئی ہے کہ وہ خوشی کی خواہشمند ہو۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے اس کی خوشی کے لئے عید کا دن مقرر کیا ہے اور اس میں بہت سی باریک حکمتیں رکھ دی ہیں اور انسان کے لئے بڑے بڑے منافع کی باتیں اس میں شامل کر دی ہیں۔ عید یا خوشی کا دن چونکہ فطرت انسانی میں داخل ہے۔ اس واسطے تمام قوموں میں عید منائی جاتی ہے۔ عیسائیوں کی عید عنقریب دسمبر کے آخر میں ہونے والی ہے۔ جس کو کرسمس کہتے ہیں۔ ایک اور عید عیسائیوں کی ایسٹر میں ہوتی ہے۔ ہندو بھی دسہرہ اور ہولی مناتے ہیں۔ سکھ بھی عید کرتے ہیں۔ یہودیوں میں بھی فرعون کی غلامی سے بچنے کے دن سال بسال عید ہوا کرتی ہے اور اس کے سوائے اور بھی ان کے درمیان عیدیں ہیں۔ غرض کل قوموں میں عید منانے کا دستور چلا آتا ہے۔ یہی انسانی فطرت کا تقاضا ہے اس سے قوے میں نشوونما ہوتا ہے۔ لیکن حقیقتاً عید دل کی خوشی سے ہوتی ہے۔ اگر کسی کے گھر میں رات چوری ہو گئی ہو۔ اور اس کا تمام مال لوٹا گیا ہو۔ تو وہ صبح کیا عید منائیگا۔ یا کسی کے ہاں ماتم ہو گیا۔ تو وہ کیا عید کرے گا۔ جب تک کہ دل میں راحت نہ ہو۔ کوئی عید نہیں۔ صرف کپڑوں کی سجاوٹ اور کھانے پینے کا نام عید نہیں ہے۔ مگر عید دل کی خوشی سے بنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے واسطے دو عیدیں مقرر کی ہیں۔ اور ہر دو میں بڑی حکمتیں رکھ دی ہیں۔ ہر دو میں اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ دل کی سچی راحت جس کو تم تلاش کرتے ہو۔ وہ ہم بتلاتے ہیں کہ کس طرح مل سکتی ہے۔ پہلی عید کے قبل ایک ماہ کا روزہ مقرر کیا ہے۔ کہ جب انسان اپنی خواہشات کو اللہ تعالیٰ کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ اور اس کے لئے بھوک پیاس برداشت کرتا ہے تو یہ اس کے واسطے ایک خوشی کا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس عبادت کے بعد وہ ایک عید مناتا ہے۔

دوسری عید میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کی طرف اشارہ کر کے ہر مسلمان کو جسے استطاعت ہو۔ قربانی دینے کا حکم ہے۔ اس میں یہ سر ہے کہ تم حضرت اسمٰعیلؑ کی طرح اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دو۔ حقیقی عید یہی ہے۔ مگر یہاں کیسی مشکل ہے کہ برخلاف اس کے آجکل کے مسلمان عید کے دن گندے افعال کرتے ہیں عیش و عشرت میں دن گزارتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ دل کی خواہشوں کو قربان کریں۔ زنا اور فسق و فجور میں مبتلا ہوتے ہیں۔

حضرت مسیح کے حواریوں نے خواہش کی کہ ہمیں مائدہ ملے تاکہ ہمارے لئے عید ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مائدہ تو اُترے گا۔ مگر مال و دولت پا کر انسان گمراہ ہو جاتا ہے۔ اور فرعون بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پیاروں پر حملہ کرنے لگ جاتا ہے۔ یاد رکھو کہ اگر مائدہ پا کر تم میری مرضی کے خلاف چلوگے۔ تو میں ایسی سزا دونگا۔ جو کبھی کسی کو نہ ملی ہو۔ جب خدا کی نعمت ملتی ہے تو اس کے ساتھ ذمہ واریاں بھی بڑھ جاتی ہیں۔ خدا کے عذاب سے ہر وقت ڈرتے رہنا چاہئے۔ خدا اندھا کر دے۔ بہرہ کر دے۔ جذام ہو جائے۔ مرگی پڑ جائے پاگل بن جائے ننگ و ناموس جاتا رہے۔ عذاب الٰہی کو کون برداشت کر سکتا ہے عیسائیوں کو دیکھو انہوں نے خدا ہی نیا بنا لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یہ ایسا سخت گناہ ہے۔ کہ قریب ہے اس سے آسمان و زمین پھٹ جائیں۔ پیشگوئیوں سے ظاہر ہے کہ کوئی ایسا سخت وقت آنے والا ہے۔ ابتلاء سے بچنے کے واسطے اللہ تعالیٰ نے عید کے دن جو خوشی کا دن ہے۔ بجائے پانچ کے چھ نمازیں مقرر کر دی ہیں۔ اس میں اشارہ ہے کہ جب مال و دولت آرام و راحت حاصل ہو تو عبادت زیادہ کرو۔ جب ان کی خواہشات بڑھیں۔ تو نماز بھی ایک اور بڑھا دی

جب چھ نمازیں پڑھینگے۔ تو ان کی توجہ اللہ تعالیٰ کے حضور اور بھی بڑھ جائیگی۔

مسلمانوں نے جب اس کے خلاف کیا۔ تو ان پر ہر طرف سے دُکھ کی مار پڑی۔ ملک چھینے جا رہے ہیں۔ عزت و مال جاتے رہے۔ سب سے زیادہ ذلیل ہو گئے ہیں۔ دیکھو۔ مراکش مسلمانوں کی سلطنت ہے۔ مگر جرمن اور فرانس اس پر قبضہ کرنے کے واسطے علانیہ آپس میں جھگڑا کر رہے ہیں۔ گویا اسلامی بادشاہ کی کوئی ہستی ہی نہیں۔ اور اس کے ملک کو اپنا حق جانتے ہیں۔ اور اس کی کوئی عزت ان کے دلوں میں نہیں۔ ہمارے بادشاہ بھی ذلیل ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان ابتلاؤں سے بچنے کا یہ علاج مقرر کیا ہے۔ کہ پہلے سے بڑھ کر عبادت کرو۔ صدقہ کرو۔ حج کے لئے سفر اختیار کرو۔ قربانیاں کرو۔ افسوس ہے کہ مسلمان خیال کرتے ہیں کہ عید ایک میلہ ہے۔ اور دنیوی راحت کے لئے ہے۔ اصلی راحت تو اللہ تعالیٰ کی رضا سے حاصل ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ ہم حقیقی راحت کو سمجھیں اور پائیں۔

عبداللہ تیماپوری پاگل کا فتنہ

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض اوقات کسی قومی یا شخصی کمزوری کا اظہار ایک نئے سلسلہ کے لئے شماتتِ اعدا کا موجب ہو سکتا ہے۔ مگر یہ بھی سچ ہے کہ اگر ٹھیک وقت پر کسی ایسے فتنہ سے (جو بعد میں سخت ضرر یا قومی نقصان کا موجب ہو سکتا ہے) قوم کو آگاہ نہ کیا جاوے تو بعض سادہ لوح لوگوں کا کسی مغالطہ میں آ جانا مشکل نہیں ہوتا اس وقت وہ خیالی شماتت سے زیادہ ضرر رساں ہوتا ہے (و نعوذ باللہ من ذالک) اس قسم کے وجوہات سے مجبور ہو کر مجھے بعض ایسے مضامین لکھنا پڑتا ہے۔ جو اپنی آنی تاثیرات کی وجہ سے ناگوارِ خاطر ہو سکتے ہیں اسی سلسلہ میں آج مجھے عبداللہ تیماپوری کے متعلق قوم کو آگاہ کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب قبلہ کا ایک مضمون کسی دوسری جگہ اسی موضوع پر درج کیا گیا ہے۔ مولوی عبداللہ صاحب کا فتنہ مجھے تو اسی وقت سے نظر آتا تھا۔ جب انہوں نے حضرت سیدنا المہدی کے وصال کے بعد اپنی بلند پروازیوں کا اظہار شروع کیا اور میں نے بارہا چاہا کہ اس کے متعلق ایک پردہ برانداز تحریر شائع کر دوں۔ مگر چونکہ ہمارے امام و مطاع حضرت خلیفۃ المسیح فاروقی ہو کر بھی اپنے اور ہمارے آقا اور محبوب سیدنا المہدی کے جمالی رنگ میں زیادہ رنگین ہیں اور کچھ خدا تعالیٰ نے اس قوم کی فطرت ہی ایسی بنائی ہوتی ہے کہ وہ مخلوق کی ہمدردی اور شفقت کے لئے اپنی جان پر بہت سے دُکھ برداشت کر لیتے ہیں۔ اُن کے حوصلے وسیع اور سینہ فراخ ہوتے ہیں۔ اور کوہ وقاری کی وجہ سے اس قسم کے ابتلا انہیں جنبش نہیں دے سکتے۔ اور وہ دُنیا میں وصل کو فصل پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور دوسروں کو ابتلاء میں ڈالنے سے ایسے ڈرتے ہیں کہ اس حالت میں اس قوم کا مطالعہ کرنے والا آدمی مغالطہ کھا سکتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ نہایت کمزور دل رکھتے ہیں۔ مگر ان کی قلبی قوت کے معائنہ کا وقت وہ ہوتا ہے جبکہ نا اہل اور ناحق شناس لوگ ان کی مخالفت کے لئے اُٹھتے ہیں۔ اور ہر طرف سے ان کا محاصرہ کر کے اپنے خیال میں ان پر زمین تنگ کر دینا چاہتے ہیں۔ اس حالت اور ساعت میں ان کی قلبی قوت اور شجاعت کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ایسے کوہ وقار ہیں کہ کوئی چیز انہیں جنبش نہیں دے سکتی۔ برخلاف اس کے ان کی رقتِ قلب کے نظارہ کا وہ دوسرا وقت ہے جبکہ ان کے سامنے کوئی شخص کسی ابتلا میں پڑتا ہو۔ اس وقت وہ ایک بچے سے بھی نرم اور شیشے سے بھی نازک دل رکھتے ہیں۔ اسی وجہ سے ہمارے امام نے مولوی عبداللہ صاحب تیماپوری کے جنونی کیفیات کے اظہار کو خاموشی سے سُنا اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے اُنہیں ایمانی فراست کے نور کے علاوہ علمی رنگ میں وہ قوت اور ملکہ عطا کیا ہے کہ وہ دماغی خلل اور جسمانی کمزوریوں کو معاً سمجھ جاتے ہیں۔ اور طبی دُنیا میں آپ کی حذاقت کو تسلیم کیا جاتا ہے۔

میں اپنے جوشِ طبیعت سے چاہتا تھا کہ مولوی عبداللہ صاحب کے متعلق کچھ لکھوں لیکن ڈر جاتا تھا کہ مبادا حضرت کو ناپسند نہ ہو بعض اس لئے کہ ان کے متعلق کچھ کہنا ان کے جنون کے اضافہ کا محرک نہ ہو جاوے لیکن اب جبکہ ان کا فتنہ بڑھتا ہے اور بعض سادہ لوح لوگوں کے مغالطہ کھانے کا اندیشہ ہے اور حضرت صاحبزادہ صاحب کے اعلان کو حضرت خلیفۃ المسیح نے پسند فرمایا ہے۔ میں ضروری سمجھتا ہوں کہ احمدیوں کو آگاہ کروں۔ کہ وہ اس قسم کے لوگوں سے پرہیز کریں۔ ۲۴ جون کے الحکم میں میں نے ایک آرٹیکل "جھوٹے خلیفوں سے بچو" کے عنوان سے لکھا تھا اور اس میں ظاہر کیا تھا کہ حقانی اور ربانی سلسلوں پر دو قسم کے ابتلا آیا کرتے ہیں۔ ایک اس کے ابتدائی ایام میں ابتلاؤں کا دور شور ہوتا ہے بلکہ یہ کہنا بالکل درست ہے کہ ربانی سلسلوں کی ابتدا مشکلات اور ابتلاؤں سے ہوتی ہے ہر طرف سے ایسے دل و دماغ کے لوگ جو شیطانی تصرف کے نیچے ہوتے ہیں ان کو برباد کرنا چاہتے ہیں مگر ان عسر کی حالتوں میں اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کی کامیابی کی بشارتیں دیتا ہے اور بالآخر وہ سلسلہ بامراد ہو جاتا ہے پھر دوسرا وقت مشکلات اور ابتلاؤں کا وہ ہوتا ہے جبکہ اس سلسلہ کا بانی اور امام منشاء الٰہی کے ماتحت بعض امور کو ایسے رنگ میں چھوڑ کر رخصت ہوتا ہے کہ وہ تکمیل طلب ہوتے ہیں اور چونکہ مصلحت الٰہی تو یہ چاہتی ہے کہ تا وہ قوم جو اس نے تیار کی ہے۔ وہ ان کی تکمیل کر کے عملی رنگ میں ان اجروں کی مستحق ہو جو خدا تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ مامور کے لئے بطور انعام مقرر کئے تھے اور تا عملی قوت اس جماعت کی ترقی کرے مگر وہ لوگ جو محض مخلوق پرست اور مادہ کے غلام ہوتے ہیں اور جن کی نظر کسی شخصیت کے اوپر نہیں جاتی وہ سمجھتے ہیں کہ اب اس سلسلہ کا خاتمہ ہے۔ مگر وہ نہیں جانتے کہ

زندہ خدا کا سلسلہ زندہ رہیگا

ہمارے اس سلسلہ کے ساتھ جس کا ایک ادنیٰ فرزند میں بھی ہوں ابھی سنت اللہ کے موافق یہی ابتلاؤں کا سلسلہ پیش آیا۔ مجھے چونکہ یہاں تاریخ سلسلہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں اور ہمارے ناظرین جانتے ہیں اس لئے یہ کہہ کر کہ سخت سے سخت مشکلات اور آزمائشوں کا زمانہ دراز اس پر آیا۔ اور سچ مچ

آندھی کی طرح آیا اور بگولے کی طرح گذر گیا

مگر خدا تعالیٰ نے ہر مصیبت اور مشکل میں اس کے جلال کو ظاہر کیا۔ بانی سلسلہ کی وفات کے بعد ابتلاؤں کا دوسرا دور شروع ہوا۔ مگر

ایک جوان ہمت بوڑھے کے ذریعہ

لوگوں کے خیال میں گرتی ہوئی قوم اور نعوذ باللہ منتشر ہو جانے والی جماعت کی تائید اور نصرت فرمائی اور اس نے اپنی عقدِ ہمت اور دُعاؤں سے اس کے شیرازہ کو خدا کے فضل اور تائید سے قائم رکھا۔ زندہ رہنے والی اور نشوونما پانے والی قوم میں جذر و مد کا ہونا لازمی ہے اس لئے

یہ کوئی نئی اور عجیب بات نہیں کہ کسی وقت ہم میں باہم کسی معاملہ پر اختلاف رائے ہو۔ لیکن یہ خدا کے فضل ہاں اسی کے فضل کی بات ہے کہ جس کی ماتحتی اور قوت کے ماتحت خدا تعالیٰ نے ہمیں رکھا ہے اسی میں وہ طاقت ہے کہ

اس کے لبوں کی جنبش میں تمام نزاعوں کا مٹا دینا رکھ دیا ہے

پس کبھی یہ امر گھبراہٹ کا موجب نہیں ہوتا کہ اگر دو بھائیوں میں کسی مسئلہ پر اختلاف رائے ہوا۔ احمدی قوم کو ایسے اختلافات اللہ کے فضل سے نقصان نہیں پہنچا سکتے اس لئے کہ وہ ایک امام اور حکم کے ماتحت ہے غرض بانی سلسلہ کی وفات کے بعد میرا اپنا علم یہی ہے کہ اس کے جانشین کے لئے بیرونی ابتلاؤں کا سلسلہ کم ہو جاتا ہے اور بعض اندرونی ابتلا بڑھ جاتے ہیں۔ اور بڑھنے بھی چاہئیں۔ کیونکہ وہ ابتلا

اس جانشین کے موید اور منصور ہونے کے زندہ ثبوت ہوتے ہیں

اسی سنت کے موافق یہاں بھی بعض ایسے امور کبھی پیدا ہو جاتے ہیں آجکل مولوی عبد اللہ صاحب تیماپوری کا فتنہ ہے وہ اپنے آپ کو ملہم اور قدرت ثانیہ کا مصداق قرار دیتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح رض سے ہمیشہ لوگوں نے اس کے متعلق استفسار کیا ہے اور آپ نے صاف الفاظ میں فرمایا کہ **وہ مجنون ہے اس کے لئے دعا کرو۔**

چونکہ آپ نے بہت سے مجنونوں کا ہمیشہ علاج کیا ہے اور آپ نے بارہا فرمایا ہے کہ مجنونوں کو بھڑکنے کا موقعہ نہیں دینا چاہئیے اس لئے جسقدر نرمی ان کے ساتھ روا رکھی گئی اور ان کے معاملہ میں خاموشی سے کام لیا گیا وہ ان کے لئے مضر ثابت ہوئی۔ اور اب وہ کھلم کھلا اپنے مامور اور صاحب بیعت ہونے کا اعلان کرتے اور تقریریں کرتے ہیں۔ اس لئے لوگوں کو ایسے مغالطوں سے بچنا چاہئیے۔ الہام کے رنگ میں احمدی قوم کا جو حسن ظن کرنے کے لئے مامور ہے مغالطہ کھا جانا بہت ہی سہل ہے کیونکہ ہم بلا وجہ کسی کو مفتری علی اللہ تو کہہ نہیں سکتے اس لئے ایک شخص کہہ سکتا ہے کہ جب مفتری نہیں تو پھر صادق ہے۔ حالانکہ اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا یہ ایسی ہی بات ہے۔ جیسی ہمارے مخالف مولوی کہتے ہیں کہ جب مسیح مصلوب نہیں ہوا یا مقتول نہیں ہوا تو آسمان پر ہے یہ نتیجہ صریح غلط اور لغو ہے ایک شخص مفتری نہ ہو تو اس کے صادق ہونے کا نتیجہ کہاں سے نکالا گیا۔ ہم اس کی بلند پروازیوں کو جنون نہ کہیں۔ جنون کے ایسے کرشمے پاگل خانوں میں جا کر معائنہ ہو سکتے ہیں۔

بہر حال تجربہ نے خدا تعالیٰ کے فضل سے ثابت کر دیا کہ آنیوالا خلیفہ بلا فصل وہی تھا جسے خدا نے نہ کسی انسان نے حضرت مسیح موعود کے بعد مقرر کیا اور جس کے ہاتھ پر تکمیل سلسلہ ہوئی پھر اگر کوئی دوسرا شخص مدعی کھڑا ہو۔ وہ

اس دعویٰ میں حق پر نہیں ہو سکتا

رہی قدرت ثانیہ اس کے متعلق الوصیت کو پڑھو۔ اور سنت اللہ کو دیکھو۔ ہر سلسلہ حقہ میں ایک عظیم الشان وجود کا وعدہ دیا جاتا رہا ہے۔ مگر وہ سلسلہ کے ابتدائی ایام ہی میں نہیں آیا کرتا۔ بلکہ ایک زمانہ دراز اور کم از کم ایسا انقلاب ایکہزار برس بعد ہوا کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسیح اور مہدی کا وعدہ دیا گیا۔ لیکن کیا تم نہیں جانتے اور نہیں دیکھتے کہ

آنیوالا تیرہ صدیاں گذرنے پر آیا

اسی طرح پر حضرت مسیح موعود کو قدرت ثانیہ کا وعدہ دیا گیا مگر اس سے پہلے کہ قدرت ثانیہ آوے اس کے مظاہر کا آنا لازمی ہے جیسا کہ خود حضرت مسیح موعود نے الوصیت میں فرمایا ہے:-

"میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے"

یہ الفاظ صراحتاً بلا تاویل بتلاتے ہیں کہ قدرت ثانیہ کے آنے سے پہلے بعض مظاہر کا آنا لازمی ہے۔ ایسی حالت میں یہ کیونکر تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ ابھی حضرت کی وفات پر چار سال بھی پورے نہ ہوئے ہوں اور مظہر اول کا دور ہو اور قدرت ثانیہ کا ظہور ہو جاوے اس خیال سے سلسلہ کی جو ہتک ہو سکتی ہے اس کے تصور سے بھی خدا کی پناہ چاہتے ہیں۔ کیا تم اپنے ہاتھ سے یہ ظاہر کرنا چاہتے ہو کہ نعوذ باللہ یہ سلسلہ جھوٹا ہے کیونکہ پھر اس کے یہ معنی ہونگے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قوت قدسی نعوذ باللہ ایسی کمزور تھی کہ چوتھے سال ہی ایسی زبردست قوت کے آنے کی ضرورت پڑی جو دائمی قوت ہوگی ہم یہ خیال یہ اعتقاد محض باطل اور لغویت مجسم ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو جماعت تیار کی ہے وہ ایک ربانی جماعت ہے اور آپ کے بعد اس کا ہاتھ ایسے ہاتھ میں دیدیا جو نہایت درست ہے اس جماعت کی اصلاح کے لئے اس وقت کسی دوسرے وجود کی ضرورت نہیں ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اگر کوئی دوسرا وجود تھا اور دوسری شخصیت جماعت کی اصلاح میں ممد و معاون ہو سکتی ہے تو وہ اپنی ذات میں کیسی ہی پاک اور اعلیٰ کیوں نہ ہو۔ سے دوسرے لفظوں میں فرشتہ بھی کہلاوے تو بھی یہی کہونگا کہ

اگر ایسے ملائک آدم کے مطیع نہیں تو شیطان ہیں

میرا یہی مذہب ہے اور میں اسی پر قائم رہنے کی خدا سے توفیق چاہتا ہوں **خلیفہ وقت** اپنے وقت کا آدم ہوتا ہے۔ ملائکہ کو بھی جو اصلاح کے لئے نیک تحریکیں کرتے رہتے ہیں۔ اس کے ماتحت ہو کر ہاں اس کے لئے سجدہ کرکے اپنی ترقی کرنی پڑتی ہے پس سننے والے سنیں اور یاد رکھیں کہ خواہ کوئی ہو۔ زید ہو یا بکر۔ مولوی عبد اللہ ہو یا عبد الحکیم کسے باشد خواہ وہ اپنے الہام سُنائے یا خواب اور پیشگوئیاں کرے یا بد دعائیں جب وہ اپنے مامور ہونے کا دعویٰ کریں اور لوگوں سے بیعت لینے کا اعلان کریں۔ انہیں

رد کر دو

وہ ابتلا ہیں تمہاری راہ میں ٹھوکر کا پتھر ہیں۔ نرے الہامات اور خوابات کچھ چیز نہیں اس قسم کے کاہنوں سے ہمیشہ بچو وہ تمہارے مانوں پر ہاں تمہارے نقد ایمان پر ایک زبردست ہاتھ مارنا چاہتے ہیں اور قریب ہے کہ وہ تمہیں گرا دیں۔ حضرت مسیح موعود اگر سچے تھے اور ضرور سچے تھے۔ وہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ نبی اور رسول تھے انہوں نے الوصیت میں جو کچھ لکھا ہے وہ سچ ہے اور ضرور سچ ہے۔ نور الدین اگر خلیفہ برحق ہے اور لاریب وہ بلا فصل خلیفہ ہے تو پھر اس کی زندگی میں جو شخص اس قسم کا دعویٰ کرتا ہے

وہ سراسر دعویٰ میں جھوٹا ہے

وہ ایک فتنہ ہے۔ جو کچوں اور مستقل مزاجوں کے امتحان کے لئے پیدا ہوا ہے ایسے مدعیان الہام سے تم نے پہلے کیا لیا جواب تمہیں ان سے کچھ ملے۔ کیا عبد الحکیم الہامات کا مدعی نہ تھا۔ چراغ دین جمونی صلح کرانے کا عہد لیکر نہ آیا تھا۔ پھر ان کا انجام کیا ہوا؟ پس خدا سے